انگوٹھی کا چور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شوکی سیریز
انگوٹھی کا چور
اشتیاق احمد

اطلاعِ عام

مو کلم اشتیاق احمد بچوں کے مشہور ترین مصنف کی تمام کتب بمعہ اُن کی تصویر کے مکتبہ اشتیاق لاہور سے شائع ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ اُن کی مقبولیت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے لیے پرانی کتابوں پر اُن کی تصویر شائع کرنا چاہتے ہیں، جو کوئی بھی اُن کی تصویر اُن کی اجازت کے بغیر شائع کریگا، ہر قسم کے قانونی مواخذہ کا ذمہ دار ہوگا۔

ملک محمد اسلم خان ایڈووکیٹ بشیر مینشن ٹرنر روڈ لاہور

بار اول : جون ۱۹۸۳ء

طابع : اشتیاق احمد، نقش محمد

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

خوشنویس : محمد عبدالستار راجہ جنگ

قیمت : پانچ روپے پچاس پیسے

مکتبہ اشتیاق۔ راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور

آخری چند صفحات تک بھی آپ انگوٹھی کے چور کا پتا نہیں لگا سکیں گے۔ یہ میرا دعویٰ نہیں، صرف خیال ہے، کیونکہ میں جب کوئی خیال ظاہر کرتا ہوں تو یار لوگ اسے دعوے کا روپ دے دیتے ہیں۔ جیسا کہ غلطیاں نکالنے کی دعوت دینے کے بارے میں ہوا۔ میں نے صرف دعوت دی تھی۔ آپ لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ میں دعویٰ کر رہا ہوں کہ آپ کوئی غلطی نکال کر نہیں دکھا سکتے، لہٰذا آپ سب کمر کس کر غلطیاں نکالنے پر تل گئے۔ ویسے ان دنوں بہت کم غلطیاں نکالی جا رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے، یہ میری خوش فہمی ہو۔ یوں غلطیاں نکالنے والے بھی حیرت انگیز طور پر غلطیاں نکالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور میں ان کی کامیابی پر آنکھیں پھاڑ کر رہ جاتا ہوں، اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔ بے بس اور مجبور جو ٹھہرا۔ لیجیے ناول حاضر ہے، تیا پانچا کیجیے اس کا۔

اشتیاق احمد

حدیث شریف:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے میرے پیارے بچے، اگر تم سے ہو سکے تو صبح و شام اس طرح گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل نہ ہو پھر فرمایا:

اے میرے بچے، یہ (محبت کا رکھنا) میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے محبت رکھی، اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(مشکوٰۃ: ص، ۲۲)

جیب میں گیس

"بھئی، کیوں نہ اس بار ہم خود گیس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔" میں نے ایک طویل جماہی لینے کے بعد کہا۔

"وہ کیسے، بھلا ہم خود گیس کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ گیس بھیک میں تو ملتے نہیں اور نہ دکانوں پر سجے سجائے رکھے ہوتے ہیں۔" آفتاب نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے مجھے گھورا۔

"لیکن میرے خیال میں یہ خیال بُرا نہیں ہے۔" اخلاق نے کہا۔

"لو، اب ان کے خیال میں بھی خیال آنے لگے۔" اشفاق نے بھنا کر کہا۔

"تو کیا تمہارے جوابوں میں خیال آتے ہیں۔" اخلاق نے تیز آواز نکالی۔

"میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ایک ہفتے سے ہم نے کسی گیس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوئی گیس اڑ کر بھی ہم تک نہیں آیا۔ جیسے کہا جاتا ہے نا، صبح سے کوئی کھیل تک

اڑ کر منہ میں نہیں پہنچی۔" میں نے کہا۔

"وہ تو خیر ٹھیک ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ ہم کیس کس طرح تلاش کریں۔ کیا چھان بورا خریدنے والوں کی طرح گلیوں میں آواز لگاتے پھریں۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"آواز لگانے کی ضرورت نہیں۔ ہم یوں کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں سے ان کے گھروں میں جا کر ملتے ہیں۔ شاید کوئی ایسا شخص مل جائے جو مصیبت میں ہو، یا جو کسی وجہ سے پریشان ہو۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"لوگ ہمیں پاگل خیال کریں گے۔" اشفاق نے کہا۔

"تو کیا ہوا، بدلے میں ہم بھی انہیں پاگل سمجھنا شروع کر دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"نہ بھئی، مجھے تو یہ بہت ہی بھونڈی ترکیب نظر آتی ہے۔" اخلاق نے کہا۔

"بالکل ٹھیک، ہمیں خدا پر بھروسا رکھ کر دفتر میں بیٹھنا چاہیے۔ اسے منظور ہوا تو کیس خود چل کر ہمارے دروازے پر پہنچ جائے گا۔" اشفاق بولا۔

"کیس نہ ہوا، کوئی آدمی ہو گیا۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر تم نہیں جاتے تو نہ جاؤ، میں اکیلا جا کر کیس تلاش

کروں گا۔" میں نے تلملا کر کہا، "کیونکہ روزی حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پیر ہلانا کوئی بری بات نہیں۔"

"ضرور جائیے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ہم آپ کی کامیابی کے لیے دعا کریں گے۔ کامیابی ہوتے ہی آپ ہمیں اطلاع دے دیجیے گا، ہم آپ کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔" اخلاق نے جلدی جلدی کہا۔

"بلکہ پر لگا کر پہنچیں گے۔" آفتاب بولا۔

"تو تم، میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"جی نہیں، کیونکہ ہمارے خیال میں ایسی کوشش پاگل پن ہو گی۔" اشفاق نے کہا۔

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ روزی کی تلاش میں تو لوگ نہ جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔" میں نے منہ بنایا۔

"ہمارے بنک بیلنس میں ابھی کافی پیسے ہیں۔ ابھی فکر کی ضرورت نہیں۔" اخلاق نے کہا۔

"تو کیا اس وقت فکر کرو گے، جب سارے پیسے ختم ہو جائیں گے۔"

"دیکھیے بھائی جان، ہم آپ کو روک تو نہیں رہے۔ آپ شوق سے کیس کی تلاش میں جا سکتے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"کام چور ہو تم تینوں، ارشد، تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"میں تو حکم کا بندہ ہوں جی" ارشد بولا۔

"اوہ ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا" میں نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر چلو، تم ہی چلو میرے ساتھ"

"لیکن بھائی جان، آپ کی عدم موجودگی میں اگر کوئی بھولا بھٹکا کیس ادھر آ نکلا، تو ہم موکل کے لیے چائے کس سے منگوائیں گے" اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔

"آفتاب سے، پہلے یہ یہی کام کرتا رہا ہے"

"لیکن اب تو نہیں کرتا نا" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا بابا، رکھو تم ارشد کو بھی اپنے ساتھ۔ میں تنہا ہی چلا جاتا ہوں" یہ کہہ کر میں پیر پٹختا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ تینوں مجھے اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے میں پاگل ہو گیا ہوں۔

"خدا حافظ، میں عشا کی نماز سے پہلے آ جاؤں گا"

"خدا حافظ، ہماری دعا ہے کہ واپسی پر ایک عدد کیس بھی آپ کی جیب میں ہو" آفتاب مسکرایا۔

"جیب میں کیس" میں نے آنکھیں نکالیں "کہیں کیس بھی جیبوں میں رکھے جاتے ہیں"

"چلیے کیس نہ سہی۔ کیس کا پیشگی معاوضہ سہی" آفتاب نے جلدی سے کہا اور میں تلملاتا ہوا باہر نکل گیا۔

ابھی عشا کی اذان نہیں ہوئی تھی کہ میں واپس دفتر میں داخل

ہوا۔ میرے چہرے پر ناکامی صاف لکھی تھی اور پھر میں ٹھٹک کر رہ گیا۔

اشفاق میری کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کی کرسی پر سفید داڑھی والا ایک بوڑھا آدمی آنسو بہا رہا تھا۔ اخلاق اور آفتاب دائیں بائیں موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"تو کیس خود ہی چل کر آ گیا دروازے پر"

○

قدموں کی آواز سن کر انہوں نے میری طرف دیکھا، پھر اشفاق نے اٹھتے ہوئے کہا:

"لیجیے شوکی صاحب آ گئے"

"السلام علیکم" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وعلیکم السلام، تو آپ ہیں شوکی صاحب"

"جی بس، صرف شوکی ہوں" میں نے مسمسی صورت بنائی اور اس کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس کا لباس سادہ لیکن صاف ستھرا تھا۔ پاؤں میں چپل تھی۔ چپل بھی کافی پرانی نظر آ رہی تھی۔ فوراً ہی میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی بہت ہی غریب آدمی ہے۔

"فرمایئے، ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں — کیا آپ میرے ساتھیوں کو کچھ بتا چکے ہیں ؟"

"جی نہیں، بھائی جان — یہ ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ آپ آ گئے —

"میرا نام عبداللہ جان ہے۔ میں بہت غریب آدمی ہوں — کسی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ لوگ بہت اچھے، نیک اور خدا ترس آدمی ہیں — مہربانی فرما کر میری مدد فرمائیں —" اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔

"ہم سے جو کچھ ہو سکے گا، کریں گے۔ فرمایئے، آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں ؟"

"میں ان دنوں بے روزگار ہوں۔ چند روز پہلے تک میں ملازم تھا۔ مہربانی فرما کر مجھے ایک سو روپے دے دیں —"

"کیا مطلب ؟" آفتاب نے بوکھلا کر کہا —

"ایک سو روپے دے دیں آپ کو، لیکن کس سلسلے میں ؟"

"بطور قرض، میں بہت جلد آپ کا قرض ادا کرنے کی کوشش کروں گا" اس نے مسکین صورت بنا کر کہا —

"لیکن ہم آپ کو جانتے ہی نہیں، قرض کس طرح دے دیں اور پھر ہمارا ادارہ لوگوں کو قرض نہیں دیتا — لوگوں کو مصیبتوں سے نکالتا ہے" اخلاق بولا۔

"میں بھی تو مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں۔ مجھے بھی نکالیے، مصیبت

ے" اس نے التجا بھرے لہجے میں کہا۔ آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے —

"آپ کہاں ملازمت کرتے تھے، ملازمت کیوں چھوٹ گئی ؟"

"یہ اور بھی تکلیف دہ مسئلہ ہے — میں ایک گھر میں باورچی کے طور پر ملازم تھا — ایک دن بیگم صاحبہ کی ایک انگوٹھی گم ہو گئی انھوں نے انگوٹھی کی گمشدگی کا الزام مجھ پر لگا دیا اور صاحب نے مجھے ملازمت سے نکال دیا۔ بیگم صاحبہ تو مجھے پولیس کے حوالے کرنے پر تل گئی تھیں — وہ تو خدا بھلا کرے صاحب کا — انھوں نے بس مجھے ملازمت سے نکال دیا۔"

"تو کیا گھر میں انگوٹھی کو تلاش نہیں کیا گیا تھا —"

"کیوں نہیں کیا گیا تھا — کوٹھی کا چپا چپا دیکھ ڈالا گیا تھا، لیکن انگوٹھی کو نہ ملنا تھا، نہ ملی" اس نے کہا۔

"تو کیا اس کوٹھی میں کوئی اور ملازم نہیں ہے —"

"نہیں، بس ایک میں ہی ملازم تھا اور وہ دونوں میاں بیوی — ان کے ابھی کوئی اولاد نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ کی یہ دوسری شادی ہے۔ پہلا خاوند مرنے کے بعد انھوں نے ان صاحب سے شادی کی تھی، گھر میں جب کل تین آدمی ہوں اور ان میں سے ایک ملازم ہو اور کوئی چیز ہو جائے گم تو الزام ملازم پر ہی آ سکتا ہے۔ انگوٹھی صاحب تو چرانے سے رہے۔ بیگم صاحبہ کی وہ اپنی انگوٹھی تھی۔ انہیں اسے چرانے

کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ان حالات میں اگر انھوں نے مجھ پر الزام لگایا تو یہ کچھ غلط نہیں کیا، لیکن مصیبت تو یہ ہے، انگوٹھی میں نے نہیں چرائی تھی۔ میرا خیال ہے، بیگم صاحبہ سے انگوٹھی کہیں گر گئی ہو گی۔"

"تو کیا وہ بہت قیمتی انگوٹھی تھی؟"

"جی ہاں، اس میں ایک بہت ہی قیمتی ہیرا جڑا ہوا تھا۔ شاید اس کی قیمت پچیس ہزار روپے تھی۔"

"اوہ، تب تو وہ بہت قیمتی انگوٹھی تھی۔ وہ مارا، بن گیا کام" میں نے زور سے چٹکی بجائی۔

"جی کیا مطلب؟" عبداللہ جان نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کس کے پاس ملازم تھے۔ اس کا نام اور پتا بتایئے اپنا نام اور پتا بھی لکھوادیں اور یہ لیں سو روپے کا نوٹ۔" یہ کہہ کر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سو روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ ۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں بھائی جان ۔۔ ہم نہیں جانتے یہ کون ہیں؟"

"کوئی بات نہیں، ابھی ان کی باتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے ایک منٹ صبر کرو۔" یہ کہہ کر میں اس کی طرف مڑا۔

"ہاں، تو کیا نام ہے ان صاحب کا؟"

"عابد ہارون، کافی دولت مند آدمی ہیں۔ ان کی سونے کے زیورات کی دکان ہے۔ گھر کا پتا نوٹ کر لیں۔ ۱۰۹ کنگ لین، ...بار روڈ۔"

"ان کے ہاں فون تو ہو گا۔"

"جی ہاں، بالکل ہے ۔۔ ۳۶۳۵۴۔"

"شکریہ، اشفاق، عابد ہارون کے نمبر ملاؤ۔ آپ اپنے گھر کا پتا لکھوادیں۔"

اشفاق نمبر ملانے لگا۔ عبداللہ جان نے آفتاب کو پتا لکھوادیا۔

"راج کالونی، مکان نمبر ۲۱۰، عالم گیر روڈ۔" اتنے میں سلسلہ مل گیا۔ میں نے جلدی سے ریسیور لیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو، میں شوکی اینڈ کو کا مینجر بول رہا ہوں۔ آپ عابد ہارون صاحب ہی ہیں نا۔"

"جی نہیں، میں ان کی بیگم بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے زنانہ آواز سنائی دی۔

"اوہ، تو پھر مہربانی فرما کر عابد صاحب کو فون پر بلا دیں۔"

"اچھی بات ہے، ہولڈ کیجیے۔" دوسری طرف سے کہا گیا، پھر ریسیور میز پر رکھنے کی آواز سنائی دی۔ جلد ہی کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا،

"ہیلو، میں ہارون بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"شوکی اینڈ کو کا ایک نمائندہ۔" میں نے کہا۔

"یہ کیسی کمپنی ہے؟"

"اسے آپ مصیبت میں گھرے ہوئے لوگوں کی مددگار کمپنی کہ
سکتے ہیں" میں نے کہا۔

"لیکن میں مصیبت میں گھرا ہوا نہیں ہوں" دوسری طرف
سے بھنا کر کہا گیا۔

"کیا عبداللہ جان نامی آدمی آپ کے ہاں ملازم تھا؟"

"ہاں، کیا اس نے میرے خلاف آپ سے کچھ کہا ہے" ہارو
نے تیز آواز میں کہا۔

"جی نہیں، آپ کی تو انہوں نے تعریف کی ہے۔ ان کا کہ
ہے کہ ایک انگوٹھی کے گم ہونے کی بنا پر اسے ملازمت سے نکا
دیا گیا تھا"

"ہاں، یہ بالکل ٹھیک ہے، بیگم تو اسے پولیس کے حوالے کر
چاہتی تھی، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ میرا اپنا خیال یہ
کہ انگوٹھی یا تو بیگم سے کہیں گر گئی ہے یا پھر کسی نے چرالی ہے
عبداللہ جان انگوٹھی کا چور نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود میں اسے
ملازمت سے نکالنے پر مجبور ہو گیا، کیونکہ بیگم کسی طرح بھی اسے رکھنے
پر تیار نہیں تھی، تو عبداللہ جان نے آپ سے مدد کی درخواست
ہے۔"

"یہی سمجھ لیں۔ وہ دراصل اس وقت بہت ضرورت مند ہیں، ہم

قرض مانگ رہے تھے، اس طرح انگوٹھی کا معاملہ سامنے آ گیا۔ ہارون
صاحب، انگوٹھی کی مالیت کیا ہوگی؟"

"وہ ہیرے کی انگوٹھی تھی — اس کی قیمت تقریباً پینتیس ہزار
روپے تھی"

"اگر ہم آپ کی انگوٹھی تلاش کر دیں تو اس خدمت کا آپ
ہمیں کتنا معاوضہ دے سکتے ہیں؟"

"لیکن آپ کس طرح تلاش کر سکتے ہیں، جب کہ ابھی تک
پولیس بھی کچھ نہیں کر سکی"

"تو آپ نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی تھی؟" میں نے
پوچھا۔

"ہاں پینتیس ہزار روپے معمولی رقم تو نہیں ہوتی"

"پھر، کیا پولیس نے عبداللہ جان سے پوچھ گچھ نہیں کی؟"

"ضرور کی تھی — میں نے پولیس افسر سے درخواست کی تھی کہ
عبداللہ جان کے گھر کی تلاشی ضرور لی جائے۔ اس کی بے شک
نگرانی بھی کی جائے، لیکن اسے گرفتار نہ کیا جائے۔ اگر انگوٹھی
برآمد ہو جائے یا وہ انگوٹھی فروخت کرتا ہوا پایا جائے تو اس
صورت میں ضرور اسے گرفتار کر لیا جائے"

"خیر، تو آپ کو ہماری پیشکش منظور ہے یا نہیں؟" میں
نے کہا۔

"پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں — کیا عبداللہ جان وہ انگوٹھی لے کر آپ کے پاس آیا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو سو روپے قرض مانگنے آئے تھے، وہ ہم نے انہیں دے بھی دیے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر آپ انگوٹھی تلاش کر دیں تو میں آپ کو پانچ ہزار روپے ادا کروں گا۔"

"معاف کیجیے گا ہارون صاحب، پینتیس ہزار روپے کی انگوٹھی آپ گنوا چکے ہیں۔ اس کے ملنے کی کوئی امید نہیں، اگر آپ کو وہ مل جائے تو آپ کو گویا پینتیس ہزار روپے مل گئے، لیکن آپ اس میں سے ہمیں صرف پانچ ہزار روپے دیں گے۔ ہم کم از کم دس ہزار روپے میں یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"سوری، یہ بہت زیادہ ہیں — پولیس پوری کوشش کر رہی ہے۔ آپ اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتے۔"

"شاید آپ ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ گزشتہ ایک ماہ کے اخبارات میں شوکی اینڈ کو کے بارے میں کافی کچھ شائع ہوا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیے، پھر بات کیجیے گا — ہمارا فون نمبر نوٹ کر لیں۔" یہ کہہ کر میں نے فون نمبر بتا دیے اور ریسیور رکھ دیا۔

"ہارون صاحب پانچ ہزار روپے دینے پر تیار ہیں۔ کیا خیال

کیس لے لیا جائے۔" میں نے ان سے کہا۔

"ذرا صبر کریں، وہ اب اخبارات ضرور دیکھیں گے — اگر انہوں نے فون نہ کیا، تو ہم انہیں فون کریں گے۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔" اخلاق بولا۔

"پانچ ہزار روپے ہی کافی تھے۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"کیا میں جا سکتا ہوں جناب۔" عبداللہ جان نے اٹھنے کے لیے پر تولے۔

"ایک منٹ — کیا آپ کے گھر کی پولیس نے تلاشی لی تھی؟"

"جی ہاں، بہت بری طرح تلاشی لی تھی۔" اس نے کہا۔

"اور انگوٹھی برآمد نہیں کر سکی۔"

"جی نہیں، برآمد کیسے کر سکتے تھے — جب کہ میں نے چرائی ہی نہیں۔"

"ہوں، کیا آپ سچ کہتے ہیں، انگوٹھی آپ نے نہیں چرائی۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔" اس نے پرزور لہجے میں کہا۔

"آپ جا سکتے ہیں۔ سو روپے واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں — اور ہاں، ہارون صاحب جلد آپ کو ملازمت پر واپس بلا لیں گے۔" میں نے کہا۔

"جی، وہ کیسے ؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"جب ہم انگوٹھی برآمد کر لیں گے، تو پھر انہیں آپ کو ملازم رکھنے میں کیا اعتراض رہ جائے گا۔"

"انہیں تو اعتراض اب بھی نہیں تھا، کیونکہ وہ مجھے چور سمجھتے ہی نہیں۔ یہ تو بیگم صاحبہ تھیں، جنھوں نے مجھے ملازمت سے نکلوایا۔"

"کوئی بات نہیں، خدا نے چاہا تو آپ اپنی ملازمت پر بحال ہو جائیں گے؛ تاہم اس دوران آپ کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ رہنا چاہیے۔ کسی اور جگہ ملازمت تلاش کرتے رہیں۔"

"جی ہاں، خیر یہ تو میں کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، آپ جا سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے باہر نکل گیا۔

"گویا اب ہم پلّے سے پیسے خرچ کر کے کیس حاصل کیا کریں گے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے اس کی مدد کی نیت سے دیے ہیں۔" میں بولا۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھایا تو نا[illegible] صاحب کہہ رہے تھے:

"ٹھیک ہے، مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ اگر آپ نے انگوٹھی

برآمد کر لی تو میں آپ کو دس ہزار روپے ادا کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب یہ بتائیے، آپ نے رپورٹ کون سے تھانے میں درج کرائی تھی؟"

"ڈابر روڈ کے تھانے میں اور کہاں کراتا۔ ان دنوں یہاں پولیس انسپکٹر جلالی نور لگے ہوئے ہیں۔"

انھوں نے کہا اور میں ساکت رہ گیا۔

ہلکا سا نمونہ

"لو بھئی، کیس ملتے ہی جلالی نور کا نام سننے میں آ گیا ہے۔" میں نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"اللہ رحم فرمائے۔" آفتاب بوکھلا کر بولا۔

"کیا خیال ہے، کیس پر کام ابھی وقت شروع کیا جائے یا کل؟" میں نے ان کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"اب تو رات ہو چلی ہے۔ اس وقت کام شروع کر کے ہم لوگوں کی نیند ہی خراب کریں گے۔" اشفاق نے منہ بنایا۔ اسے لوگوں کے حقوق کا فکر ہر وقت ستاتا رہتا تھا اور یہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے بغیر تو نجات ممکن ہی نہیں۔

"چلو ٹھیک ہے، ہم عملی طور پر کل سے کام شروع کریں گے، لیکن زبانی کام تو اس وقت بھی شروع ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"زبانی کام، بھلا اس کیس میں زبانی کام کہاں سے آ ٹپکا۔"

اخلاق نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو کالے خان، میرا مطلب کیس کے پہلوؤں پر جائزہ لینے سے ہے۔"

"وہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔ اس کیس میں تو کوئی پہلو ہی نہیں ہے، جائزہ کیا لیں گے۔" اخلاق نے جواب دیا۔

"دیکھو بھئی، گھر کے افراد صرف دو ہیں اور ایک ان کا ملازم۔ پینتیس ہزار روپے کی ایک ہیرے کی انگوٹھی گم ہو جاتی ہے۔ یہ بات تو ثابت ہے کہ عبداللہ جان چور نہیں ہے۔"

"یہ کس طرح ثابت ہے؟" آفتاب بول پڑا۔

"عقل کو ہاتھ مارو، اسے پولیس کے حوالے نہیں کیا گیا، صرف ملازمت سے الگ کیا گیا ہے۔ اگر انگوٹھی اس نے چرائی ہے، تب تو اسے عابد ہارون کے گھر دوبارہ ملازمت کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی کسی دوسرے شہر میں بیچ سکتا ہے۔"

"انگوٹھی بیچنا اس جیسے آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ کوئی بھی جوہری اس جیسے آدمی سے اتنی قیمتی انگوٹھی نہیں خرید سکتا۔" اشفاق بولا۔

"تم نہیں جانتے، کچھ لوگ چوری کا مال اونے پونے خرید لیتے ہیں۔"

"چلو خیر، ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ ہمارا موکل چور نہیں ہو سکتا۔"

اب سوال یہ ہے کہ چور کون ہے، کیا انگوٹھی عابد ہارون یا ان کی بیگم نے چرائی ہے۔" آفتاب نے احمقانہ انداز اختیار کیا۔

"بھلا انہیں چرانے کی کیا ضرورت تھی، کوئی اپنی چیز آپ بھی چراتا ہے۔" اشفاق نے آفتاب کی طرف گھور کر دیکھا۔

"نہیں، اپنی چیز کسی کو خود چرانے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انگوٹھی یا تو بیگم صاحبہ نے گرادی ہے یا گھر میں کہیں رکھ کر بھول گئی ہیں، لہٰذا ہم اس مہم کا آغاز....."

میرے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ نظریں دروازے کی طرف کیا اٹھیں کہ اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔

"خیر تو ہے بھائی جان، دروازے میں کوئی بھوت تو نظر نہیں آگیا آپ کو۔"

"نن، نہیں — تت، تم خود دیکھ لو۔" میں ہکلانے لگا۔

انہوں نے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دھک سے رہ گئے۔ وہاں ایک دیو قامت آدمی کھڑا ہمیں خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ انداز ایسا تھا، جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہمیں کھا جائے گا۔

"شوکی اینڈ کو کے کارکن تم ہی ہو۔" وہ غرایا۔ اس کی غراہٹ نے ہمارے دل دہلا دیے۔

"جج، جی ہاں — اگر یہ بات آپ کو ناگوار گزری ہے تو ہم

کام چھوڑ دیتے ہیں۔" میں نے کانپ کر کہا۔

"میرا خیال تھا، شوکی اینڈ کو واقعی کوئی ادارہ ہو گا، مگر تم لوگ تو بچے ہو، گویا یہ ادارہ ایک مذاق ہے۔ شغل کے طور پر کھولا گیا ہے۔" اس نے باہر ہی کھڑے رہ کر کہا۔

"نن — نن نہیں جناب، یہ ادارہ، مذاق نہیں ہے۔ ہم نے تو کئی معرکے کے کیس حل کر ڈالے ہیں۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اور اب ایک کیس انگوٹھی والا ہاتھ میں لے چکے ہیں، ٹھیک ہے نا۔"

"آپ کی اطلاعات سو فی صد درست ہیں۔" اخلاق خوش ہو کر بولا۔

"تب تو میں تم سے دو دو باتیں کروں گا۔" اس نے اندر قدم رکھا۔

"دو دو باتیں، یعنی چار باتیں کریں گے آپ۔" اخلاق نے احمقوں کے انداز میں کہا۔

"آفتاب، تم پہلوان صاحب کے لیے چائے لے آؤ۔" میں نے کچھ سوچ کر جلدی سے کہا۔

"پہلوان، ہاہاہا۔" اس نے زوردار قہقہہ لگایا، پھر بولا:

"مجھے زندگی میں کسی نے پہلی مرتبہ پہلوان کہا ہے، بہرحال رہنے

منہ سے اچھا لگا، اس لیے بُرا نہیں مانوں گا۔ اور ہاں، تم لوگ چائے
کا تکلف نہ کرو۔ میں ذرا دوسرے انداز کی دو باتیں کروں گا۔"
"دوسرے انداز کی،" آفتاب، "تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے
"لیکن آپ یہ بات ارشد سے بھی تو کہہ سکتے ہیں۔" آفتاب
نے جتا کر کہا۔ "آخر میں آپ کا اکاؤنٹنٹ ہوں، کوئی چپراسی تو
نہیں ہوں۔"
"بہترین چائے بنوا کر لانے کا جو تجربہ تمہیں ہے، وہ ارشد کو
نہیں۔ ہم پہلوان کو بہت اچھی قسم کی چائے پلانا چاہتے ہیں۔"
میں نے آفتاب کی طرف گھور کر دیکھا۔ نظروں میں ایک خفیہ اشارہ
تھا اور آفتاب نے اشارے کو سمجھنے میں دیر نہ لگائی۔ فوراً اٹھا اور
دروازے کی طرف بڑھا۔
"میں کہہ چکا ہوں، چائے کی کوئی ضرورت نہیں۔"
"چھوڑیے جناب، آپ نے اتنی مزے دار چائے پہلے کبھی نہیں
پی ہوگی۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
"خیر، میں اپنا تعارف کرا دوں، مجھے موتی خونخوار کہتے ہیں۔"
"وہ تو آپ شکل سے نظر آ رہے ہیں۔" اخلاق بول پڑا۔
"کیا مطلب، شکل سے کیا نظر آ رہا ہوں میں۔" اس نے پھاڑ
کھانے والے انداز میں کہا۔
"خونخوار، موتی تو خیر آپ نظر آ ہی نہیں سکتے، کیونکہ وہ بہت

چھوٹا ہوتا ہے۔" اخلاق کی بجائے میں نے جواب دیا۔
"خیر خیر، میں تم لوگوں کو ایک نصیحت کرنے آیا ہوں۔" اس
نے سرسری لہجے میں کہا۔
"اوہ، یہ سُن کر ہمیں بہت افسوس ہوا اور رنج بھی۔"
"یہ کیا بات ہوئی۔ اس میں رنج اور افسوس کی کیا بات
ہے۔"
"ہم یہ سمجھے تھے کہ آپ کوئی کیس لے کر آئے ہیں۔"
اشفاق نے کہا۔
"میں پہلے ہی انگوٹھی والے کیس کی طرف اشارا کر چکا ہوں۔
صاف ظاہر ہے، میں اسی کیس کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں، ورنہ
میرا دماغ نہیں پھر گیا۔"
"چلیے، خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ کا دماغ نہیں پھر گیا۔
ویسے دماغ چل جانا محاورہ ہے۔" میں نے پُرسکون آواز نکالی۔
"دماغ چل جانا کیا ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔
"محاورہ، لیکن شاید آپ کا واسطہ محاوروں سے نہیں پڑا۔
ہاں تو آپ انگوٹھی والے کیس کے بارے میں کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔"
"یہ کہ اس کیس پر کام نہ کرو۔ یہ میری نصیحت بھی ہے اور
مشورہ بھی۔ اور حکم بھی۔"
"بہت بہت شکریہ۔ آپ ہمیں اتنا کچھ دے رہے ہیں۔"

اخلاق خوش ہو کر بولا۔

"ہاں تو کیا جواب ہے تمہارا؟"

"ہمارے جواب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں" میں نے پوچھا۔

"بس چاہتا ہوں"

"جب تک آپ کوئی وجہ نہیں بتائیں گے، ہم اس وقت تک اپنا فیصلہ نہیں سنائیں گے" میں نے منہ بنایا۔

"گویا تم لوگ انکار کر رہے ہو"

"جی ہاں"

"دیکھو، میں بہت بری طرح پیش آنے والا آدمی ہوں"

"یہی نظر آ رہا ہے جناب، آپ اچھی طرح پیش آنے والے آدمی معلوم نہیں ہوتے" اشفاق نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"تو پھر کیا کہتے ہو"

"یہی کہ ہم اس کیس پر ضرور کام کریں گے۔ اس لیے نہیں کہ ہمیں معاوضہ مل جائے گا، بلکہ اس لیے کہ ایک شریف آدمی پر چوری کا الزام لگا کر اسے ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔ ہم اس کے سر سے الزام اتار دینا چاہتے ہیں تاکہ لوگ اسے چور نہ خیال کرتے رہیں"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر تم لوگوں نے اس معاملے میں کچھ کیا

تو میں تمہاری چٹنی بنا دوں گا"

"ارے باپ رے، ہماری چٹنی کیسی ہو گی۔ کاش، ہم بھی اسے چکھ سکیں" اخلاق نے کپکپا کر کہا۔

"ابھی لو" یہ کہہ کر اس نے اچانک میری کلائی پکڑ لی۔ دوسرے ہاتھ سے اشفاق کی کلائی تھام لی اور پھر ہم دونوں کی کلائیاں تڑخ چلی گئیں۔ مارے تکلیف کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔

"ارے ارے، یہ تم کیا کر رہے ہو" اخلاق نے اس کے بازو پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا لیکن فوراً ہی اس کی لات چل گئی اور اخلاق اوندھے منہ فرش پر گرا۔ ارشد یہ دیکھ کر بوکھلا اٹھا۔ اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، ایک کرسی اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری، لیکن وہ اس کی طرف سے بھی بے خبر نہیں تھا۔ فوراً ایک طرف جھک گیا اور کرسی میز سے ٹکرائی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہماری کلائیاں ایک جھٹکے سے چھوڑ دیں اور اٹھتے ہوئے بولا:

"یہ ایک ہلکا سا نمونہ تھا۔ اگر تم باز نہ آئے تو پھر پورا نمونہ بھی دکھاؤں گا"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گیا۔ اسی وقت بیرا چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا۔ اس نے اندر ابتری کے آثار دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"خیر تو ہے جناب" وہ بولا۔

"ہاں، سب خیریت ہے۔ چائے رکھ دو اور جاؤ۔"

بیرا ہکا بکا سا باہر نکل گیا۔ میں اور اشفاق ابھی تک اپنے بازو سہلا رہے تھے۔ اخلاق کپڑے جھاڑنے کے بعد اپنی کمر پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ ارشد کو کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔

"دیکھو، اس واقعے کا امی جان یا ابا جان کو پتا نہ چلے۔" میں نے ارشد سے کہا۔

"جی اچھا۔" اس نے مسمسی آواز میں کہا۔

چند لمحے ہم خاموش رہے۔ دل ابھی تک دھڑک رہے تھے، سانس زور زور سے چل رہے تھے۔ ارشد اس کرسی کو اس کی جگہ رکھ چکا تھا، جو اس نے موتی خونخوار کے سر پر مارنے کی کوشش کی تھی۔

"خدا کا شکر ہے، رات کا وقت تھا، کسی نے دیکھا نہیں۔" اخلاق نے منہ کھولا۔

"حیران کن بات ہے، آخر اس شخص کو کس طرح پتا چل گیا کہ ہم نے بیگم ہارون کی انگوٹھی کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ بھی اتنی جلدی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو عابد صاحب سے فون پر بات ہوئی ہے۔" میں نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اور اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ اس شخص کا انگوٹھی والے معاملے سے کیا تعلق ہے۔ اگر کوئی تعلق تھا بھی تو

ہماری طرف کا رخ بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اشفاق بولا۔

"اس معاملے سے صرف تین آدمی واقف ہیں، یعنی کیس کے ہمارے ہاتھ میں آنے کے معاملے سے۔ عبداللہ جان، عابد ہارون اور بیگم ہارون۔ کسی چوتھے آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اس کیس کو ہاتھ میں لے لیا ہے، لہذا ان تین میں سے کسی ایک کا تعلق موتی خونخوار سے ہے اور اسی نے اسے ہمارے پاس بھیجا ہے، کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ ہم انگوٹھی کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ عبداللہ جان ہم سے واقف ہے، اسی لیے وہ یہاں آیا تھا، لیکن عابد ہارون اور بیگم ہارون کو ہمارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا، انہوں نے تو ہمارے اشارے پر اخبارات کا مطالعہ کیا اور اس کے بعد کیس ہمیں سونپا۔ معاملہ عجیب نوعیت کا ہے اور الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔" میں سوچ میں گم لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"پھر اب کیا ارادہ ہے؟" اخلاق بولا۔

"اب ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ جان کر رہیں گے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔" میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"چاہے وہ پہلوان ہماری ہڈی پسلی ایک کر دے۔" اشفاق نے جھلا کر کہا۔

"ہم اس کا انتظام بھی کر دیں گے۔ آؤ پولیس اسٹیشن چل کر اس کے خلاف رپورٹ درج کرا دیں۔ ہمیں زدوکوب کرنے کا اسے کوئی

حق نہیں پہنچتا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم پہلے آفتاب کا انتظار کریں۔ اس طرح ہمیں موتی خونخوار کا پتا بھی معلوم ہوگا۔" اخلاق نے مشورہ دیا۔

"یہ ٹھیک رہے گا — ارے ہم اس چائے کو تو بھول ہی گئے آؤ اس سے بھی انصاف کریں۔"

آدھ گھنٹے بعد آفتاب کی واپسی ہوئی — اس کے چہرے پر شوخ مسکراہٹ ناچ رہی تھی —

"وہ ۱۱۳ جارج سٹریٹ گرینڈ روڈ پر رہتا ہے۔" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم مسکرا کیوں رہے ہو۔"

"میں آپ لوگوں کی مرمت پر مسکرا رہا ہوں۔ دور کھڑے ہوئے میں نے آپ کی مرمت ہوتے صاف دیکھی تھی، لیکن میں کر کچھ بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ مجھے تو آپ نے موتی کا تعاقب کرنے کی ہدایت کی تھی۔"

"ہاں، تم نے اچھا کیا کہ اندر نہیں گھس آئے، لیکن یہ تم برا کر رہے ہو کہ ہم پر مسکرا رہے ہو۔ آؤ پولیس سٹیشن چلیں۔"

"کیوں، کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ارشد، پوری طرح چوکس بیٹھنا، ہم آدھ گھنٹے تک آ جائیں گے" میں نے آفتاب کے جملے کی طرف دھیان دیے بغیر کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہم پولیس سٹیشن میں داخل ہو رہے تھے۔ دفتر میں ہمیں ایک سب انسپکٹر بیٹھا نظر آیا، اور کوئی نہیں تھا۔

"جناب، ہمیں ایک رپورٹ درج کرانا ہے۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیسی رپورٹ؟" وہ چونکا۔

"ایک شخص موتی خونخوار نے ہمیں مارا پیٹا ہے — ہم اس کا پتا بھی جانتے ہیں۔"

"موتی خونخوار۔" سب انسپکٹر نے چونک کر کہا۔

"کیا آپ اس سے واقف ہیں؟"

"ہاں، اچھی طرح — اس کی غنڈا گردی اب بہت بڑھتی جا رہی ہے۔ خیر آپ تفصیل بتائیے، میں رپورٹ تیار کرتا ہوں۔"

پانچ منٹ میں رپورٹ لکھ لی گئی — ہمارے دستخط لے لیے گئے۔

"ٹھیک ہے، آپ جائیے — میں اسے بلواتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تھانے کے فون کا نمبر لکھوا دیں، تاکہ ہم فون پر معلوم کر سکیں۔"

"ہاں ضرور۔" اس نے کہا اور نمبر لکھوا دیے۔

"آپ کا اسم گرامی؟" میں نے پوچھا۔

"کاشان سب انسپکٹر۔" اس نے کہا۔

ہم وہاں سے پھر دفتر پہنچے — ارشد کو چھٹی دی اور خود آرام کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے، لیکن امی جان کی آواز نے ہمارے پاؤں پکڑ لیے۔

"لڑکو، تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمّے ہی ہو؟"

"فرمائیے امّی جان، رات کو اس وقت آپ کو ہم سے کیا کام ہے؟"
میں نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

"ذرا اپنی چچی جان کے ہاں سے واشنگ مشین تو لے آؤ۔ وہ
کل ہماری مشین مانگ کرلے گئی تھیں۔"

"جی!" ہم چاروں ایک ساتھ بوکھلا کر بولے۔

مرتے کیا نہ کرتے۔ مشین لینے کے لیے نکلنا ہی پڑا۔ ہمیں ایسے
عزیزوں اور رشتے داروں پر سخت تاؤ آتا تھا جو وزنی چیزیں بھی
ادھار مانگ کرلے جاتے تھے۔

بدمعاش چور

شام کے ٹھیک چار بجے ہم عابد ہارون کی کوٹھی کے سامنے پہنچ
گئے۔ ایک سو نو نمبر کی کوٹھی تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں
ہوئی تھی۔ میں نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ تقریباً تیس سیکنڈ بعد ایک
اٹھارہ انیس سال کے لڑکے نے دروازہ کھولا۔ وہ ایک لمبے قد کا لڑکا
تھا۔ بھوری آنکھوں اور سیاہ بالوں والا۔

"کیا بات ہے، کس سے ملنا ہے؟" لہجہ اکھڑ تھا۔

"عابد ہارون صاحب سے۔"

"نام بتاؤ۔" اس نے ناک چڑھائی۔

"شوکی اینڈ کو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"کس سلسلے میں ملنا ہے؟" اس نے کہا۔

"انھوں نے ہمارے ذمے ایک کام لگا رکھا ہے۔ اسی سلسلے میں
ملنا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اطلاع کرتا ہوں انہیں۔" یہ کہہ کر وہ

مڑنے لگا۔

"ایک منٹ، کیا آپ اس گھر کے نئے ملازم ہیں؟"

"ہاں ہوں، پھر، تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ایسے ہی، آپ کا نام کیا ہے؟"

"میرا نام نومی ہے۔ پورا نام ماں نے نعمان بشیر رکھا تھا۔" اس نے منہ بنا کر کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

"عجیب ملازم ہے۔ تمیز تو جیسے اس سے چھو کر نہیں گزری۔" میں نے جھنا کر کہا۔

"تمیز بے چاری خود۔۔ زدہ ہو گئی ہوگی اس سے۔" آفتاب مسکرایا۔

جلد ہی نومی آتا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر اب بھی ناگواری کے آثار تھے۔

"نہ جانے لوگ دوسروں کا وقت کیوں ضائع کرتے پھرتے ہیں۔" نزدیک آنے پر اس نے تلملاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا آپ ہم سے مخاطب ہیں؟"

"جی ہاں، عابد صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے کسی شوکی اینڈ کے ذمے کوئی کام نہیں لگا رکھا۔ لہذا آپ لوگ جائیے۔" یہ کہہ کر ا نے کھٹاک سے دروازہ بند کر دیا اور واپس مڑ گیا۔

"ارے ارے سنیئے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

لیکن اس نے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ ہم سٹ پٹا سے گئے

فون پر عابد ہارون نے خود ہی تو کیس ہمارے حوالے کیا تھا اور انہوں نے کہلا بھیجا تھا کہ انہوں نے ہمارے ذمے کوئی کام ں لگایا۔

"کہیں ہم نے کسی غلط دروازے پر تو دستک نہیں دے دی؟"

کر میں نے کوٹھی کا نمبر اور نام کی تختی کو پیچھے ہٹ کر بغور پڑھا۔ ٹھی کا نمبر ۱۰۹ ہی تھا اور نام بھی عابد ہارون لکھا تھا۔

"غلط تو ہم آئے نہیں۔ آؤ فون پر عابد ہارون سے بات کے دیکھ لیں۔ یہاں قریب ہی کسی دکان پر فون لگا ہوگا۔" میں جیب سے نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

جلد ہی میں عابد ہارون کے نمبر گھما رہا تھا۔ سلسلہ فوراً ہی مل گیا۔ وسری طرف سے کہا گیا۔

"عابد ہارون بات کر رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"میں شوکی اینڈ کا ایک کارکن بات کر رہا ہوں۔ کیا آپ نے ات فون پر ہمارے ذمے انگوٹھی کی تلاش کا کام نہیں لگایا تھا اور س کے معاوضے کے طور پر دس ہزار روپے دینے طے نہیں کیے تھے۔ ں آپ کی بیگم کی ہیرے کی انگوٹھی کی بات کر رہا ہوں۔"

"تو کون کہتا ہے کہ میں نے آپ لوگوں کے ذمے یہ کام نہیں لگایا۔" عابد ہارون نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ۔۔ ہم ابھی ابھی آپ کی کوٹھی تک پہنچے تھے۔ گھنٹی بجانے

پر آپ کے ملازم نوری نے پھاٹک کھولا، پھر وہ ہماری آمد کی اط
آپ کو دینے گیا، لیکن آپ نے کہلا بھیجا کہ ہمارے ذمے کوئی
نہیں لگایا گیا۔"

"یہ غلط ہے، ملازم نے مجھے آپ کی آمد کی کوئی اطلاع نہ
دی، میں ابھی اسے بلا کر پوچھتا ہوں۔" انہوں نے غصے میں
کہا۔

"ذرا رکیے، ہم آ رہے ہیں ۔۔ اس بار دروازہ آپ خود کھو
ہم صرف ایک منٹ بعد آ رہے ہیں۔ ابھی ملازم سے کوئی بات
کیجیے گا۔"

"اچھا، جیسے آپ کی مرضی۔" انہوں نے کہا۔

میں نے ریسیور رکھا اور ہم تیز تیز قدم اٹھاتے پھر وہاں پہنچے
ہمیں گھنٹی بجانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دروازے کے اندر ایک
جیپ موجود تھی اور دو آدمی روش پر ٹہل رہے تھے۔ ان میں سے
ایک جلالی نور تھا اور دوسرے غالباً عابد ہارون تھے ۔۔ ہمیں پھاٹک
طرف بڑھتے دیکھ کر عابد ہارون نے دروازہ کھول دیا۔

"تو آپ ہی شوکی برادران ہیں؟" انہوں نے کہا۔

"جی ہاں، بالکل یہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" ہمار
بجائے جلالی نور نے کہا۔

"تو کیا آپ بھی ان سے واقف ہیں؟"

"بہت اچھی طرح۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر صاحب ابھی ابھی آئے ہیں۔ آپ سے فون پر بات کرنے
بعد یہ دروازے پر آیا، تو یہ گھنٹی بجانے ہی والے تھے ۔۔ یہ
انگوٹھی کے سلسلے میں آئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" جلالی نور چونک کر بولا۔

"ہمارے درمیان ایک سودا طے پایا ہے۔ اگر یہ گمشدہ انگوٹھی
ل کر دیں گے تو میں انہیں دس ہزار روپے دوں گا۔"

"کیا آپ خود ان کے پاس گئے تھے؟" جلالی نور کا لہجہ ناگوار تھا۔

"نہیں میرا ملازم ان کے پاس گیا تھا، جسے میں نے نکال دیا ہے۔
بر انہوں نے مجھے فون کیا اور یہ پیش کش کی کہ اگر یہ لوگ
ٹھی تلاش کر دیں تو میں انہیں کیا معاوضہ دے سکتا ہوں۔" انہوں
بتایا۔

"اور آپ نے انہیں دس ہزار روپے دینا منظور کر لیے؟"

"ہاں، کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ ہینتیں
روپے کی انگوٹھی تلاش کر دیتے ہیں تو دس ہزار انہیں دینا کیا
ہے۔"

"اوہ، ہارون صاحب! آپ بہت بھولے ہیں۔" جلالی نور نے قدرے
آواز میں کہا۔

"جی کیا مطلب؟" ہارون نے چونک کر کہا۔

آپ ہمارے پاس سے انگوٹھی برآمد نہیں کر سکیں گے اور نہ عبداللہ جان کے پاس سے۔" میں نے پیر پٹخے۔

"ٹھیک ہے، جیپ میں بیٹھ جاؤ۔"

ہم نے عابد ہارون کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت تیرتے دیکھی۔

ہم خاموشی سے مڑے اور جیپ کے پچھلے حصے میں سوار ہو گئے۔

آدھ گھنٹے بعد عبداللہ جان بھی ہمارے ساتھ بیٹھا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آخر دوسرے لوگوں کو فارغ کر کے جلالی نور ہماری طرف مڑا:

"اب بتاؤ، انگوٹھی کہاں ہے؟" جلالی نور کا رخ پہلے عبداللہ جان کی طرف ہوا، پھر ہماری طرف۔

"عابد صاحب پہلے ہی آپ کو بتا چکے ہیں کہ انگوٹھی میں نے نہیں چرائی، پھر آخر آپ نے مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے؟" عبداللہ جان لرزتی آواز میں بولا۔

"اب ان کا یہ خیال نہیں رہا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ انگوٹھی تم نے ہی چرائی تھی اور انگوٹھی چرانے کے بعد تم نے ان چاروں کی خدمات حاصل کیں، کیونکہ اس قدر قیمتی انگوٹھی فروخت کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں تھا۔ یہ بھی اسے فروخت نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ عابد صاحب کے سامنے انگوٹھی "تلاش کرنے کی پیشکش رکھیں اور معاوضہ دس ہزار روپے طلب کریں۔" ہوتا یہ کہ تم

"اب میں ان کا پروگرام سمجھ گیا ہوں۔ بات صاف ہو گئی۔ انگوٹھی دراصل آپ کے ملازم عبداللہ جان نے ہی چرائی ہے، لیکن اس انگوٹھی کو فروخت کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ اس نے ان لوگوں سے گٹھ جوڑ کیا۔ اس طرح یہ لوگ کچھ دن ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتے اور پھر انگوٹھی آپ کے حوالے کر کے دس ہزار روپے حاصل کر لیتے۔ پھر انہیں آپس میں تقسیم کر لیتے یعنی عبداللہ جان اور یہ لوگ۔"

"اوہ، اف خدا۔" عابد ہارون کے منہ سے نکلا۔

"یہ سراسر الزام ہے۔" میں نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

"ہو گا، تم چاروں کو اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ میرے آدمی عبداللہ جان کو بھی وہیں لے آئیں گے، پھر میں تم لوگوں سے معلوم کر لوں گا کہ انگوٹھی کہاں ہے۔ ہارون صاحب، آپ فکر نہ کریں، آپ کو انگوٹھی مل جائے گی اور دس ہزار روپے بھی نہیں دینے پڑیں گے۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ معاملہ یہ ہو سکتا ہے۔" عابد ہارون نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"اور معاملہ یہ ہے بھی نہیں۔" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"تھانے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ کیا ہے۔"

"جلالی نور صاحب، آپ شوق سے ہمیں تھانے لے چلیے،"

چند دن ادھر اُدھر انگوٹھی تلاش کرنے کا ڈرامہ رچاتے اور آخر کار
انگوٹھی عابد صاحب کو دے دیتے۔ ان سے دس ہزار روپے لے کر
آپس میں تقسیم کر لیتے۔ لیکن اتفاق سے وہاں پہنچ گیا ہوں اور اس
طرح تمہاری سکیم پکڑی گئی، لہذا اب تم یہاں ہو۔ بتاؤ، انگوٹھی کہاں
ہے؟"

"میں نے انگوٹھی نہیں چرائی۔" عبداللہ جان نے پرزور لہجے
میں کہا۔

"تم یوں نہیں مانو گے۔ ہم تم سے اگلوا کر چھوڑیں گے۔" یہ
کہتے ہوئے اس نے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ فوراً ہی ایک
کانسٹیبل اندر داخل ہوا۔

"یس سر۔"

"ان لوگوں کو کمرۂ امتحان میں لے چلو۔ میں بھی آتا ہوں۔
سب چیزیں تیار رکھنا۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا، پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولا:
"چلو اٹھو۔"

"جلالی نور صاحب، کیا آپ ہم پر تشدد کا ارادہ رکھتے ہیں۔
میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ اخلاق، اشفاق اور آفتاب کے رنگ بھی اڑتے جا رہے تھے۔
عبداللہ جان کا حال سب سے برا تھا۔

"یہ آپ کا خیال ہے، میرا نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"جیسے آپ کی مرضی، لیکن یہ سُن لیں کہ کم از کم ہم چاروں چور
نہیں ہیں اور نہ ہم نے عبداللہ جان سے انگوٹھی وصول کی ہے۔
عبداللہ جان بھی چور نہیں ہے۔ اگر چور ہوتا تو کبھی ہمارے پاس
نہ آتا۔"

"میں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ آپ کے پاس کیوں آیا تھا۔"

"لیکن تشدد کے بعد بھی اگر آپ ہمارے پاس سے انگوٹھی
برآمد نہ کر سکے تو کیا ہوگا، یہ بھی سوچ لیں۔" میں نے تلملا کر کہا۔

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔" جلالی نور نے آنکھیں
نکالیں۔

"نہیں، آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم
کوئی عادی چور نہیں ہیں، جن پر آپ تشدد کرنا چاہتے ہیں اور پھر
آپ نے ہمیں ابھی تک کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر کے
جسمانی ریمانڈ بھی حاصل نہیں کیا۔"

"میں لے لوں گا جسمانی ریمانڈ بھی۔"

"ٹھیک ہے، آپ کی مرضی۔" میں نے بے چارگی کے عالم میں
کندھے اچکائے۔ "کیا ہمیں اپنے وکیل کو بلانے کی اجازت
بھی نہیں۔"

"ابھی نہیں، پہلے میں اپنا اطمینان کر لوں گا۔ لے چلو انہیں۔"

اس نے غرّا کر کہا۔

جلالی نور سارا پرانا حساب لینے پر تلا ہوا تھا۔ ہم نے تھانوں میں ہونے والے مظالم کی تفصیلات اکثر اخبارات میں پڑھی تھیں۔ لہٰذا ہمارا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ عبداللہ جان نے بھی شاید زندگی میں پہلی مرتبہ تھانے کی شکل دیکھی تھی۔ وہ بید کی چھڑی کی طرح کانپ رہا تھا۔ امتحان گاہ میں پہنچ کر ہمارے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ وہاں چمڑے کے چوڑے چکلے "پٹے" (چھیتر) رکھے تھے۔ انگلیوں میں پھنسانے والے شکنجے ایک سٹینڈ پر سجے ہوئے تھے۔ شیشے کے ایک مرتبان میں کئی سانپ کلبلاتے نظر آئے۔ مرتبان میں کچھ سوراخ بھی کیے گئے تھے۔ چمڑے کے چابک اور بید کی چھڑیاں بھی تھیں۔ ان چھڑیوں کے سروں پر لوہے کے لٹو سے لگے ہوئے تھے۔ ابھی ہم اندر داخل ہونے کے بعد کمرے کے گندے فرش پر بیٹھے ہی تھے کہ جلالی نور اندر داخل ہوا۔

"اس بدمعاش چور کے ہاتھ میں شکنجہ پہناؤ، تاکہ اسے نانی اماں یاد آ جائے اور یہ یہیں فوراً بتادے کہ انگوٹھی کہاں ہے۔"

"جلالی نور صاحب، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔" میں نے کہنا چاہا۔

"خاموش رہو، اس کمرے میں درخواستیں نہیں سنی جاتیں۔" وہ غرّایا میں سہم گیا۔ اتنے میں ایک کانسٹیبل نے عبداللہ جان کے ہاتھ

میں شکنجہ پہنا دیا۔ اب وہ کسی نازک سی شاخ کی طرح ہل رہا تھا۔

"نہیں نہیں، خدا کے لیے رحم کرو۔ میں چور نہیں ہوں۔ خدا کی قسم میں چور نہیں ہوں۔ میں نے انگوٹھی کیا، کبھی کوئی چیز نہیں چرائی۔ یقین کرو، میں چور نہیں ہوں۔ میں تو اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کے پاس گیا تھا، تاکہ یہ لوگ انگوٹھی تلاش کر کے مجھ پر سے چوری کا الزام دھو دیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کہنا شروع کرو، ابھی یہ فر فر بول اٹھے گا اور بتائے گا کہ انگوٹھی کہاں ہے۔"

"انسپکٹر صاحب، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگوٹھی نہ اس کے پاس ہے نہ ہمارے پاس۔ اس کے باوجود یہ ظلم کر رہے ہیں۔ آپ کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"میں جواب دے لوں گا۔ تم ابھی بچے ہو۔"

اچانک عبداللہ جان کے منہ سے ایک پُر درد چیخ نکل گئی۔ اور پھر وہ چلّا اٹھا۔

"انگوٹھی میں نے ہی چرائی ہے۔ ہاں، انگوٹھی میں نے ہی چرائی ہے۔"

ہمیں ایک زبردست دھکا لگا۔ اوسان خطا ہوتے محسوس ہوئے۔

"بہت خوب، یہ ہوئی نا بات۔ ٹھہرو بھئی، ابھی اور ذکر نا۔"

جلالی نور نے خوش ہو کر کہا، پھر بولا:

"ہاں تو یہ بھی بتاؤ نا، انگوٹھی کہاں ہے؟"

"انگوٹھی میں نے ان لوگوں کو دے دی ہے۔" عبداللہ جان نے کہا۔

ہمیں یوں محسوس ہوا، جیسے زمین پھٹ گئی ہے اور ہم اس میں سماتے جا رہے ہیں۔

تفتیش کا آغاز

"شکنجہ اس کے ہاتھ سے نکال لو۔" جلالی نور نے کسی فاتح کے انداز میں کہا، پھر میری طرف مڑا:

"ہاں تو انگوٹھی کہاں ہے؟"

"ہمارے گھر میں، ایک جگہ۔ ہم ہی جا کر اسے نکال سکتے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب مجھے گھورنے لگے۔

"ٹھیک ہے، ہم ابھی وہاں چل رہے ہیں۔"

ایک جیپ میں بیٹھ کر ہم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ دفتر کی بجائے ہم نے جیپ کو صدر دروازے کی طرف رکوایا، پھر گھنٹی بجائی۔ ابا جان نے دروازہ کھولا اور ہمارے ساتھ جلالی نور کو دیکھ کر بھونچکے رہ گئے۔

"آج شیر اور بکریاں ایک گھاٹ پر کیسے جمع ہو گئے۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"آپ کے بیٹوں نے ایک چور سے چوری کی چیز حاصل کی ہے۔"
جلالی نور بولا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" ابا جان نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں، یہ رہا چور۔" جلالی نور نے عبداللہ جان کی طرف اشارہ کیا۔ ابا جان نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے دائیں ہاتھ سے خون رس رہا تھا۔

"اس کے ہاتھ کو کیا ہوا؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تھانے میں شکنجہ کسا گیا تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ آناً فاناً ساری بات ابا جان کی سمجھ میں آ گئی۔

"تو آپ یہاں سے انگوٹھی برآمد کرنے آئے ہیں۔"

"جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"تشریف لے آیئے۔" انہوں نے کہا اور راستہ دے دیا۔

"چلو بھئی، بتاؤ، انگوٹھی کہاں ہے؟"

"اندر چلیے، دکھا دیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ بھی چلیے۔" جلالی نور نے ابا جان سے کہا۔

"میری کیا ضرورت ہے، اگر یہ چور ہیں تو میں ان کا باپ نہیں۔ پکڑ کر انہیں حوالات میں بند کر دیجیے گا۔" ابا جان نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتے اندر کی طرف چلے۔

"اے جناب، کہیں آپ انگوٹھی تو چھپانے نہیں جا رہے۔" جلالی نور نے ہانک لگائی۔

"اپنے ایک کانسٹیبل کو میرے ساتھ بھیج دیں، میں صرف اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ آپ وہاں بھی تلاش کر لیجیے گا انگوٹھی۔" ابا جان نے جھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جمعہ خان، تم ان کے ساتھ جاؤ اور ان پر نظر رکھو، اگر یہ انگوٹھی ادھر ادھر کرنے کی کوشش کریں تو انگوٹھی فوراً قبضے میں لے لینا۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور ابا جان کے پیچھے لپکا۔

ہم جلالی نور اور کانسٹیبلوں کو لے کر اپنے کمرے میں آئے۔ اور کمرے کے فرش پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ عین اسی وقت امی جان بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوئیں۔

"میرے بچو، تم کسی کام.... اوہ نہیں، یہ موقع اس بات کا نہیں۔ ہاں تو بچو، کیا معاملہ ہے؟"

"انسپکٹر صاحب ہمیں چور ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔"

"تو کیا تم چور ہو؟" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"ہرگز نہیں، ہمارے تو کبھی فرشتوں نے بھی چوری نہیں کی۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے دائیں بائیں دو فرشتے اس لیے مقرر نہیں
کیے کہ وہ چوری کریں۔" اشفاق نے آفتاب کو گھورا۔
"یہ اقرار کر چکے ہیں محترمہ کہ انگوٹھی ان کے پاس ہے۔"
"تھانے میں، یہاں نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"کیا مطلب؟" جلالی نور غرایا۔
"ادھر دیکھیے عبداللہ جان کی طرف۔ عبداللہ جان، کیا آپ
نے انگوٹھی چرائی ہے؟"
"ہرگز نہیں۔"
"اور کیا ہمیں دی ہے۔" آفتاب جلدی سے بولا۔
"فضول باتیں نہ کرو۔ جب انہوں نے چرائی ہی نہیں ہے تو
ہمیں کس طرح دے سکتے تھے۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔
"اوہ سوری۔" آفتاب نے جھینپ کر کہا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے عبداللہ جان، تم نے تھانے میں اقرار کیا تھا
کہ انگوٹھی چرائی ہے اور انہیں دی ہے۔ انہوں نے بھی یہ کہا تھا
کہ انگوٹھی گھر میں چھپا رکھی ہے۔ اب انکار کس طرح کر سکتے ہو۔"
"اس طرح کہ اس وقت آپ نے ان کے ہاتھ میں شکنجہ
کس رکھا تھا، انہیں مجبوراً کہنا پڑا کہ انگوٹھی چرائی ہے، لیکن اب
یہاں کوئی شکنجہ موجود نہیں ہے۔"
"تو کیا ہوا، میں پھر وہاں لے چلتا ہوں سب کو۔"

"اب بہت فرق پڑ گیا ہے جناب، ہمارے وکیل آتے ہی
ہوں گے۔" میں نے شوخ لہجے میں کہا۔
"ہوں، تو یہ بات ہے۔ خیر، میں دیکھ لوں گا۔"
اسی وقت قدموں کی آواز گونجی اور پھر ابا جان کے ساتھ
اکبر راٹھور اندر داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر ہمارے چہرے کھل
اٹھے۔
"السلام علیکم حضرات۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اکبر راٹھور کی آواز
میں بلا کی حیرت تھی۔ شاید ابا جان فون پر انہیں صرف فوراً
پہنچنے کے لیے ہی کہہ سکے تھے۔
جلالی نور اکبر راٹھور کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ میں نے فوراً
کہنا شروع کیا:
"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔
آپ بہت وقت پر تشریف لائے۔ آپ ان صاحب کا ہاتھ ملاحظہ
فرما رہے ہیں، جس سے خون ٹپک رہا ہے۔ یہ عبداللہ جان ہیں۔
انہیں اور ہمیں ایک انگوٹھی کی چوری کے شبے میں انسپکٹر صاحب
پکڑ کر تھانے میں لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ہم پر تشدد کا
پروگرام بنایا۔ تشدد کا پہلا نشانہ بے چارے عبداللہ جان بنے اور
انہوں نے فوراً ہی کہہ دیا کہ انگوٹھی انہوں نے چرائی ہے اور یہ کہ
چرانے کے بعد ہمیں دی ہے۔ ہم نے بھی شکنجوں وغیرہ سے بچنے کے

لیے فوراً کہہ دیا کہ انگوٹھی اپنے گھر میں چھپا رکھی ہے ؛ چنانچہ ہمیں یہاں لے آئے اور اس طرح معاملے کا ابا جان کو پتا چل گیا انہوں نے فوراً آپ کو فون کر دیا ، لہذا ہم آپ کے سامنے ہیں ۔"

میرے خاموش ہونے پر اکبر راٹھور نے جلالی نور کی طرف دیکھا ، پھر ہماری طرف اور بولے ۔

"لیکن عبداللہ جان کا آپ لوگوں سے کیا تعلق ؟"

میں نے جلدی جلدی انہیں تعلق بھی بتا دیا ۔ اب اکبر راٹھور ساری بات سمجھ چکے تھے ، لہذا انہوں نے جلالی نور سے کہا :

"کیا یہ سچ ہے جناب کہ اس شخص کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے ۔"

"میں انہیں تھانے ضرور لے گیا تھا ، لیکن اس شخص کا ہاتھ پہلے سے کسی نوکیلی چیز سے زخمی تھا ۔" جلالی نور نے کہا اور ہم اس کے جھوٹ پر حیران رہ گئے ۔

"خیر ، اب کیا پروگرام ہے آپ کا ۔"

"مجھے یقین ہے کہ انگوٹھی اس شخص نے ہی چرائی ہے اور ان کے ذریعے بیچنے کا پروگرام بنایا ہے ۔" اس نے کہا ۔

"تو پھر میں ان کی ضمانت لینے کے لیے تیار ہوں ۔ آپ گھر کی تلاشی لینا چاہیں تو لے لیں ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔"

"ٹھیک ہے ، میں تلاشی لوں گا ۔"

"اگرچہ آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ نہیں ہوں گے ، پھر بھی میں تلاشی لینے کی اجازت دیتا ہوں ، تاکہ میرے مؤکلوں کی پوزیشن صاف ہو جائے ۔ لیکن اس سے پہلے آپ کو اپنی تلاشی دینا ہوگی ۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔" جلالی نور نے منہ بنایا ۔

اکبر راٹھور نے ان کی تلاشی لی اور پھر انہیں گھر کی تلاشی لینے کی اجازت دے دی ۔ وہ سارے گھر میں بے دردی سے تلاشی لیتے پھرے ۔ ہم خاموشی سے تماشا دیکھا کیے ۔ آخر جلالی نور اور اس کے ساتھی مایوس ہو گئے اور ہمارے پاس آئے :

"ہم جا رہے ہیں ، لیکن مجھے اب بھی سو فی صد امید ہے کہ انگوٹھی عبداللہ جان نے چرائی ہے اور ان چاروں کے ذریعے فروخت کرنے کا پروگرام بنایا ہے ۔ میں اس بات کو ثابت کر دوں گا اور پھر انہیں گرفتار کرنے آؤں گا ۔ اس وقت آپ انہیں بچا نہیں سکیں گے ۔" جلالی نور غصیلے لہجے میں کہتا چلا گیا ۔

"اس وقت میں انہیں بچانے کی کوشش بھی نہیں کروں گا ۔"

وہ پیر پٹختا دروازے کی طرف مڑ گیا ۔ ان کے گھر سے نکل جانے کے بعد اکبر راٹھور عبداللہ جان کی طرف مڑے :

"میں ان لوگوں کا وکیل ہوں ، مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ، کیونکہ اس طرح آپ نقصان میں رہیں گے ۔ میرے

سوال کا جواب دیں۔ کیا انگوٹھی آپ نے چرائی ہے؟"

"ہرگز نہیں" اس نے کہا۔

"اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہم انگوٹھی تلاش کریں گے۔ ارے ہاں، ہم آپ کو موتی خونخوار کے بارے میں بتانا تو بھول ہی گئے" میں نے چونک کر کہا۔

"یہ کون ذات شریف ہیں" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

اور میں نے ان کے بارے میں بھی بتا دیا، لیکن صرف دھمکی کی حد تک۔ اپنے پٹنے کی کہانی گول کر گیا، کیونکہ ابّا جان اور امّی جان بھی پاس موجود تھے۔

"خیر دیکھا جائے گا، تم نے اچھا کیا، مجھے بتا دیا۔ ہاں، اس تھانے میں فون کر کے معلوم کرو، انھوں نے موتی کے خلاف کیا قدم اٹھایا ہے۔"

میں نے فون کیا تو ادھر سے انسپکٹر صاحب نے بتایا:

"موتی خونخوار کا کہنا ہے کہ وہ کل شام سے رات بارہ بجے تک اپنے چار دوستوں کے ساتھ تاش کھیلتا رہا، لہذا اس کے خلاف کسی نے غلط رپورٹ درج کرائی ہے۔ ہم نے اس کے چاروں دوستوں کی گواہی بھی لے لی ہے، ان حالات میں پولیس کیا کر سکتی ہے۔"

میں نے یہ بات اکبر راٹھور کو بتائی تو وہ مسکرا کر بولے:

"موتی نے کچھ رشوت پیش کر دی ہوگی، خیر کوئی بات نہیں معاملہ

دلچسپ ہے، اگر یہ انگوٹھی گم ہونے کا واقعہ ہوتا تو موتی خونخوار کو دھمکی دینے کی کیا ضرورت تھی، لہذا صاف ظاہر ہے کہ معاملہ انگوٹھی کی چوری کا ہی ہے۔ تو کیا اس چوری میں موتی خونخوار کا ہاتھ ہے۔ اوہ، نہیں یہ بات جلالی نور کو بتا دینی چاہیے" انھوں نے چونک کر کہا۔

"لیکن اس طرح تو ہم نقصان میں رہیں گے" میں نے گھبرا کر کہا: "اگر موتی ہی انگوٹھی کا چور ہے تو جلالی نور اس کے گھر کی تلاشی لے کر انگوٹھی برآمد کر لے گا اور اس طرح وہ دس ہزار روپے ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے، لہذا کیوں نہ ہم ہی کسی طرح موتی کے گھر کی تلاشی لے ڈالیں۔"

"لیکن تم یہ کام کس طرح کرو گے۔ اس طرح تو تم خطرے میں گھر جاؤ گے۔"

"دیکھا جائے گا" میں نے کندھے اچکائے: "ہم کوئی ترکیب سوچیں گے، اندھا دھند اس کے گھر میں نہیں گھس جائیں گے۔"

اکبر راٹھور رخصت ہو گئے تو ہم اپنے دفتر آ گئے۔

"خدا کا شکر ہے، ہم ان شکنجوں سے بال بال بچے، البتہ نہیں عبداللہ صاحب کا بہت افسوس ہے اپنے بیچارے زخمی ہو گئے۔ ارے ہاں، پہلے ان کی پٹی تو کر دیں۔"

اس کی پٹی کر کے ہم نے، نہیں رخصت کیا اور خود ایک بار

پھر عابد ہارون کے دروازے پر جا گھنٹی بجائی۔ وہی اٹھارہ انیس سال
کا لڑکا آتا نظر آیا۔ اس مرتبہ مجھے محسوس ہوا کہ وہ قدرے لنگڑا کر
چلتا ہے۔

"آپ لوگ پھر آگئے۔"

"آپ نے پہلے ہم سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ ہماری آمد کی
اطلاع ہارون صاحب کو دی ہی نہیں اور ہم سے آکر کہہ دیا، وہ
کہتے ہیں، انہوں نے شوکی اینڈ کو سے کوئی کام نہیں لینا۔"

"میں یہ سمجھا تھا کہ آپ کوئی بہروپیے ہیں اور صاحب سے کچھ
پیسے بٹورنا چاہتے ہیں۔" اس نے بغیر کسی شرمندگی کے کہا۔

"اور آپ غلط سمجھے تھے۔ جائیے، انہیں اطلاع دیجیے، ہم پھر
آگئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور چلا گیا۔

دو منٹ بعد عابد ہارون آتے نظر آئے۔ ان کے چہرے پر
اکتاہٹ کے آثار تھے۔

"دیکھیے جناب، میرا اور آپ کا معاہدہ ختم ہو چکا۔ اب مجھے آپ
کے ذریعے انگوٹھی تلاش نہیں کرانی۔" انہوں نے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جلالی نور صاحب کو غلط فہمی ہوئی تھی،
وہ ہمارے پاس سے انگوٹھی برآمد نہیں کر سکے، ورنہ ہم یہاں نظر نہ آتے،
اس وقت حوالات میں ہوتے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ

کو انگوٹھی تلاش کر کے دکھا دیں گے۔"

"شکریہ، مجھے آپ سے یہ کام نہیں لینا۔" انہوں نے برا سا
منہ بنایا۔

"حیرت ہے، آپ تو بہت جلد بدل گئے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ انگوٹھی کس طرح تلاش
کریں گے۔ جب کہ پولیس ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکی۔"

"مہربانی فرما کر ہمیں موقع دے کر تو دیکھیں۔ ہم یہ اس لیے
نہیں کہہ رہے کہ اس طرح ہمیں دس ہزار روپے مل جائیں گے۔
بلکہ یہ ایک غریب شخص کی عزت کا معاملہ ہے، اس پر چوری کا الزام
لگ چکا ہے۔ اگرچہ آپ کی مہربانی سے اسے گرفتار نہیں کیا گیا تھا،
لیکن ملازمت سے علیحدہ تو کیا گیا ہے۔" اشفاق نے بھیک مانگنے
کے انداز میں کہا۔

"میں مجبور ہوں۔" وہ بولے۔

"اچھا، آپ ہمیں دس ہزار روپے نہ دیجیے گا۔ اگر ہم آپ
کی انگوٹھی تلاش کر دیں تو آپ صرف عبداللہ جان کو ملازمت دے
دیجیے گا۔" آفتاب کا لہجہ درد بھرا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ابھی ابھی جلالی نور نے فون کیا تھا۔
انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ لوگوں سے انگوٹھی تلاش نہ
کراؤں۔ آپ لوگ فراڈ ہیں۔" اس بار عابد ہارون نے نرم لہجے میں کہا۔

شاید آفتاب کے بچے نے اس پر اثر کیا تھا۔

"ان کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن اسے لکھ لیں کہ وہ انگوٹھی کو تلاش نہیں کر سکیں گے، کیونکہ ہمیں ایک ایسی بات معلوم ہے جو جلالی نور کو بھی معلوم نہیں۔"

"ایسی کون سی بات ہے؟"

"ہم آپ کو ضرور بتائیں گے، تاکہ آپ ہمیں خدمت کا موقع دینے کے معاملے پر غور کر سکیں۔ جب آپ نے ہم سے بات کر لی اور دس ہزار روپے دینے طے کر لیے تو اس کے صرف پندرہ منٹ بعد ہمارے پاس ایک خونخوار آدمی آیا تھا۔ اس نے ہمیں دھمکی دی تھی کہ ہم انگوٹھی کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔"

"اوہ، اس شخص کا نام کیا تھا؟"

"ہم یہ آپ کو نہیں بتا سکتے۔ ہاں، اگر آپ ہمیں اس کیس پر کام کرنے کی اجازت دے دیں تو ہم چند روز تک ساری صورت حال آپ کے سامنے رکھ دیں گے اور اس شخص کا نام بھی سامنے آ جائے گا۔"

"اوہ، آپ لوگوں نے ہمیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ خیر، میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ لوگ اس کیس پر کام کرتے رہیں۔" آخر انہوں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ جلالی نور صاحب کو یہ

بات نہیں بتائیں گے کہ ہمیں کسی شخص نے دھمکی دی تھی۔ اس طرح وہ ہم سے اس شخص کا نام معلوم کرنے آ جائیں گے اور پھر شاید آپ کی انگوٹھی نہ مل سکے۔"

"اچھی بات ہے، نہیں بتاؤں گا۔" انہوں نے کہا۔

"تو پھر اب ہمیں اجازت دیجیے، ہم اس کیس پر کام اسی وقت سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اجازت تو دے چکا ہوں۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے، ہم آپ کے گھر کے اندر آنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اب تک یہ گفتگو دروازے پر ہی ہوتی رہی تھی۔

"لیکن میرے گھر کے اندر آ کر آپ کیا کریں گے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"تفتیش کا آغاز تو یہیں سے ہوگا جناب۔" اخلاق نے بہت دیر بعد منہ کھولا۔

"اچھی بات ہے، تشریف لے آئیے۔" انہوں نے کہا۔

اور ہم اندر داخل ہوئے۔ اسی وقت گھر کا ملازم ہمیں ایک کمرے سے نکلتا نظر آیا۔

"سب سے پہلے ہم بیگم صاحبہ سے ملنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"آئیے، میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔"

جلد ہی وہ ہمیں لیے اس کمرے میں داخل ہوئے جس کمرے

سے ہم نے ملازم کو نکلتے دیکھا تھا۔ کمرے کے اندر پینتیس سال کی عمر کے قریب ایک عورت ٹیلی فون والی تپائی کے قریب سٹول پر بیٹھی کسی سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔

نہ جانے کیوں اس کے چہرے کو دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔

وہ کہاں گیا؟

"ہاں، بس میں نے کہہ دیا، تم ایک دم....."

اس نے اپنے الفاظ درمیان میں چھوڑ دیے۔ اسی وقت اس نے ہمیں اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے، پھر فون کروں گی۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"ان سے ملو، یہ شوکی اینڈ کو کے کارکن ہیں۔" عابد ہارون نے کہا۔

"اوہو، اتنے چھوٹے کارکن، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ ادارہ بچوں کا ہو گا۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اس میں آپ کا قصور نہیں، کوئی بھی یہ بات نہیں سوچ پاتا۔" آفتاب بول پڑا۔

"خیر، یہ لوگ میرے پاس کس لیے آئے ہیں۔"

"انگوٹھی کی تلاش کے سلسلے میں۔" انہوں نے بتایا۔

"لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے، جلالی نور صاحب نے آپ سے یہ کہا تھا کہ آپ ان کی مدد نہیں لیں گے۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں، لیکن انہوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ اب یہ بغیر کسی معاوضے کے انگوٹھی تلاش کر کے دینا چاہتے ہیں، بھلا اس میں ہمارا کیا نقصان۔"

"بغیر کسی معاوضے کے، لیکن اس سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔"

"یہ صرف عبداللہ جان کے سر سے الزام دھو دینا چاہتے ہیں۔"

"پھر تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے، لیکن مجھے اب تک یقین ہے کہ انگوٹھی کا چور وہی ہے۔"

"چلو خیر، معلوم ہو جائے گا۔" عابد ہارون نے کندھے اچکائے۔

"آپ بے فکر رہیں، اگر وہ چور ہے تو ہم اسے چور ثابت کر کے قانون کے حوالے ہی کریں گے۔ اسے بچانے کی کوشش ہرگز نہیں کریں گے۔" میں نے درمیان میں دخل دیا۔

"تو ٹھیک ہے۔ ان حالات میں بھلا مجھے بھی کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"لیجیے، آپ لوگ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔ کیا یہاں میری موجودگی ضروری ہے؟" عابد ہارون نے پوچھا۔

"جی نہیں، آپ سے ہم الگ بات کریں گے۔" میں نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا اور کمرے سے چلے گئے۔

اب ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چند سیکنڈ تک میں ان کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا، تاکہ یہ یاد آ جائے، انہیں کہاں دیکھا ہے، ان کی آنکھیں بالکل بھوری تھیں۔ چہرے کا رنگ سرخ و سفید تھا۔ بال گھنے اور سیاہ تھے۔ قد کافی لمبا اور جسم بہت پتلا دبلا تھا۔

"اس طرح میری طرف کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔"

"دیکھا ہوگا، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"وہ انگوٹھی آپ نے کب اور کس سے خریدی تھی؟"

"میرے اپنے خاوند جوہری ہیں۔ سونے اور ہیرے کے زیورات کا کاروبار کرتے ہیں۔ صرافہ بازار میں سب سے بڑی دکان ان کی ہے۔"

"تو وہ انگوٹھی انہوں نے آپ کو کب دی تھی؟"

"چھ ماہ پہلے۔ میں نے فرمائش کی تھی اور انہوں نے لا کر دے دی تھی۔" انہوں نے بتایا۔

"کیا آپ اسے دن رات انگلی میں پہنے رہتی تھیں۔"

"نہیں، میں اسے اتار کر پرس میں بھی رکھ دیتی تھی۔ دراصل میرے پاس ہیرے کی چند اور انگوٹھیاں بھی ہیں۔ یہ مختلف رنگوں کی ہیں۔ لباس کے رنگ کے مطابق میں انگوٹھی پہن لیتی ہوں۔"

تاہم سب سے قیمتی انگوٹھی میرے پاس وہی تھی۔" انہوں نے کہا۔

"اور پرس آپ کہاں رکھتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ دیکھیے، سنگار میز پر پڑا ہے۔"

"اس میں اب بھی انگوٹھیاں ہیں؟"

"ہاں، آپ پرس اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے اشفاق کو اشارا کیا۔ وہ پرس اٹھا لایا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں چھ انگوٹھیاں جگ مگ جگ مگ کر رہی تھیں۔ ان میں نگوں کی جگہ ہیرے جڑے تھے جو مختلف رنگوں کے تھے۔

"ہوں، اور کمرے کا دروازہ آپ ہر وقت تو بند رکھتی نہیں ہوں گی، میرا مطلب ہے کمرے سے جاتے وقت۔"

"نہیں، میں نے دروازہ بند کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی" انہوں نے جواب دیا۔

"اب بھی نہیں، جب کہ آپ کی اتنی قیمتی انگوٹھی چوری ہو گئی ہے اور گھر میں اب ایک نیا ملازم رکھ لیا گیا ہے۔" میں جلدی سے بولا۔

"نہیں خیر، اب تو میں بہت محتاط ہو گئی ہوں۔ یا تو پرس سوٹ کیس میں رکھ جاتی ہوں یا کمرے کو تالا لگا جاتی ہوں۔"

"شکریہ، جس روز انگوٹھی غائب ہوئی، وہ پرس میں تھی یا انگلی میں؟"

"پرس میں۔ انگلی میں سے وہ چوری ہو ہی نہیں سکتی تھی، کیونکہ ڈھیلی نہیں تھی۔" انہوں نے کہا۔

"تو آپ کو یقین ہے، انگوٹھی عبداللہ جان نے چرائی ہے۔"

"جی ہاں، سو فی صد یقین ہے، کیونکہ اس کے علاوہ تو گھر میں کوئی ملازم تھا ہی نہیں۔ میں اپنی انگوٹھی خود چرانے سے رہی، ہارون نے انگوٹھی خود مجھے لا کر دی تھی، وہ بھی اسے بھلا کیوں چراتے۔ ان حالات میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ چور عبداللہ جان ہی ہے۔"

"لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ چور نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ چور ہوتا تو کبھی ہمارے پاس نہ آتا۔"

"جلالی نور وجہ بتا تو چکے ہیں، اس کے آپ کے پاس آنے کی۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"تو آپ کا خیال بھی یہی ہے کہ ہم نے اس کے ساتھ مل کر دس ہزار روپے حاصل کرنے کا چکر چلایا ہے۔"

"میں نہیں، انسپکٹر جلالی نور یہ کہتے ہیں اور اس قسم کے معاملات میں ان کا تجربہ زیادہ ہے۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن اب تو ہم یہ کام بغیر کسی معاوضے کے کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے، عبداللہ جان انگوٹھی چرا کر پچھتا رہا ہو اور وہ آپ لوگوں کے ذریعے انگوٹھی واپس کر کے سرخرو ہونا چاہتا ہو۔"

"فکر نہ کریں۔ انگوٹھی ملنے پر ہم آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ کہاں سے ملی اور اس کا ثبوت بھی پیش کریں گے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب ہم ذرا ہارون صاحب سے بھی دو باتیں کریں گے۔" یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تینوں بھی میرے ساتھ اٹھے۔

"ساتھ والا کمرہ ہی ان کا ہے۔" بیگم ہارون نے بتایا۔

ہم دستک دے کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے۔ عابد ہارون اپنے بستر میں لیٹے ہوئے تھے۔

"آیئے، میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔" انہوں نے کہا۔

"آپ سے ہم صرف چند سوال کریں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے، انگوٹھی کس نے چرائی ہے؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ بیگم نے انگوٹھی کہیں گرا دی ہے۔"

"اسی لیے آپ نے عبداللہ جان کو پولیس کے حوالے نہیں کیا تھا؟"

"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔"

"اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ انگوٹھی چرائی گئی ہے اور چور کوئی اور ہے، تو کیا آپ عبداللہ جان کو دوبارہ ملازم رکھ لیں گے؟"

"کیوں نہیں، وہ بہت اچھا ملازم ہے اور آج کل اچھے ملازم ملتے کہاں ہیں۔ وہ ہماری بہت خدمت کرتا تھا۔ مجھے وہ یاد بھی آتا ہے۔ کئی مرتبہ رات کے وقت میرا سر اور ٹانگیں دبا جاتا تھا۔ میں دن بھر کے کاموں سے بہت تھک جاتا ہوں۔ نئے ملازم میں

یہ بات کہاں۔" انہوں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شاید آپ تو اسے نکالنے کے حق میں بالکل نہیں تھے۔" اخلاق نے کہا۔

"ہاں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"اچھا جناب، اب ہم چلتے ہیں۔ امید ہے کہ دو چار دن تک آپ کی انگوٹھی تلاش کر دیں گے۔"

"ٹھہریے، میں نومی کو بلاتا ہوں۔ وہ آپ کو دروازے تک چھوڑ آئے گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے پلنگ کے پائے میں لگا بٹن دبا دیا۔

"اس کی ضرورت نہیں، ہم چلے جائیں گے۔"

اسی وقت نومی دروازے پر نمودار ہوا۔

"نومی، انہیں دروازے تک چھوڑ آؤ۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا، پھر ہماری طرف مڑا: "آیئے جناب۔"

ہم اس کے ساتھ دروازے کی طرف چل پڑے۔ اب میں نے دیکھا، وہ کچھ زیادہ ہی لنگڑا رہا تھا۔

"کیا آپ کے پاؤں میں تکلیف ہے؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"نہیں، میرے گھٹنوں پر چوٹ لگ گئی تھی۔"

"اوہو، پھر تو آپ کو احتیاط کرنی چاہیے۔ گھٹنوں کی چوٹ

بعض اوقات بہت خطرناک ہوتی ہے"۔

"جی ہاں، مالش والش کرتا رہتا ہوں" اس نے کہا۔

"نیل تو نہیں پڑے؟" میں نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، دونوں گھٹنے نیلے ہو رہے ہیں" اس نے جواب دیا۔

"اوہو، پھر تو یہ سنگین چوٹ ہے — آپ فوراً کسی ڈاکٹر سے رجوع کریں"۔

"اچھا دیکھوں گا، دراصل ڈاکٹر لوگ آج کل لمبی چوڑی فیس مانگتے ہیں اور میں ٹھہرا ایک غریب آدمی"۔

"دیکھیے، اگر مالی امداد کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں۔ ویسے تو عابد ہارون بھی خدا ترس آدمی ہیں، اگر آپ ان سے کہیں تو وہ کسی اچھے ڈاکٹر سے آپ کا علاج کرا دیں گے"۔

"ابھی دس پندرہ دن پہلے تو ملازم ہوا ہوں، کیسے کہوں؟"

"خیر، ہم ان سے کہہ دیں گے" یہ کہہ کر ہم کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکل آئے — کسی ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں اسی وقت ایک کار نزدیک آ کر رکی۔

"آئیے، میں پہنچا دوں" کار والے نے کہا۔

اس کی آواز سن کر ہم بری طرح چونکے۔ دل دھک دھک کرنے لگے — اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر موتی خونخوار بیٹھا ہے۔ ہم نے چاہا

بھاگ کھڑے ہوں، لیکن فوراً ہی نظر اس کے بائیں ہاتھ پر گئی۔ اس میں ایک پستول موجود تھا اور اس کی نال کا رخ ہماری طرف۔

"اگر بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا — پستول بے آواز ہے اور میں کار میں ہوں، صاف بچ نکلوں گا"۔

"آ — آپ، یعنی کہ آپ کیا چاہتے ہیں" میں بری طرح ہکلانے لگا۔

"فی الحال یہ کہ تم کار میں بیٹھ جاؤ چپ چاپ" اس نے پھنکار کر کہا۔

"ہب، بہت بہتر" میں نے کہا اور پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ تینوں نے بھی یہی کیا — دروازہ بند ہوتے ہی کار چل پڑی۔

"تو تم لوگ باز نہیں آئے" کار میں اس کی آواز ابھری۔

"باز، لیکن کس بات سے"

"میں نے کہا تھا نا، کہ انگوٹھی کے چکر میں نہ پڑنا"۔

"لل، لیکن اس میں آپ کا کیا نقصان ہے" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"اس بات کو چھوڑو، تم نے میرا حکم نہیں مانا۔ اب تمہیں اس کی سزا ملے گی"۔

"دو، دو، دیکھیے، ہم بہت کمزور دل ہیں" میں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"بڑے بھائی، کیا آپ ہمیں معاف نہیں کر سکتے۔" اخلاق نے التجا کی۔

"تو کیا تم اس معاملے سے الگ رہنے کا وعدہ کرتے ہو۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"کیوں بھائی جان، کیا خیال ہے؟" اخلاق کی تو گویا جان نکلی جا رہی تھی۔

"جان ہے تو جہان ہے۔" مجھ سے پہلے اشفاق بول پڑا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ جلدی سے وعدہ کر لیجیے، اگر ہم زندہ نہ بچے تو کونسا انگوٹھی تلاش کر لیں گے۔ بھاڑ میں جائے انگوٹھی۔ یوں بھی ہمیں کوئی معاوضہ تو ملے گا نہیں۔" اشفاق نے تھرتھراتی آواز میں کہا۔

"لیکن اصول بھی کوئی چیز ہے۔ ہم نے عبداللہ جان سے وعدہ کیا ہے کہ اس کے سر سے چوری کا الزام اتار کر رہیں گے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں، ہم اس معاملے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ اگرچہ اندر سے میں ایک خشک پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اشفاق اور اخلاق کا حال بھی مجھ سے مختلف

نہیں تھا، لیکن آفتاب ہم سے کسی قدر دلیر نظر آ رہا تھا۔

"ویری گڈ، بھائی جان۔ شوکی اینڈ کو کے مینجر آپ ہی ہو سکتے ہیں۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ تو میں ہوں ہی۔" میں نے اترا کر کہا۔

"گویا فیصلہ یہ ہوا کہ تم لوگ پیچھے نہیں ہٹو گے۔" اس نے غرا کر کہا۔

"مشکل ہے جج، جناب۔ پیچھے سیٹ کی پشت ہے۔" آفتاب اس کے لہجے سے سہم گیا۔

اس نے کار کی رفتار ایک دم بڑھا دی۔ ہم نے ایک دو بار سوچا کہ چیخنا چلانا شروع کر دیں، لیکن پھر سوچا، کہیں اس طرح زیادہ نقصان نہ پہنچ جائے، اس لیے چپ چاپ بیٹھے رہے اور پھر کار شہری حدود سے باہر نکل گئی۔ ہمارے دل اب اور بھی زور زور سے دھڑکنے لگے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ آخر گھنے درختوں کے درمیان ایک جگہ موتی خونخوار نے کار روک دی۔

"نیچے اتر آؤ۔" اس نے خود بھی نیچے اترتے ہوئے کہا۔

میں نے پاؤں اٹھانا چاہا، لیکن وہ کانپ کر رہ گیا۔ اس طرح جل رہا تھا، جیسے کسی ٹرک کے انجن پر رکھ دیا گیا ہو۔ ہاتھ سے دروازہ کھولنا چاہا، لیکن اس میں بھی حرکت نہ ہو سکی۔

"کیا بات ہے، تم باہر نہیں آ رہے۔"

"ہم — ہمارے ہاتھ پیر کام نہیں کر رہے۔" میری زبان لڑکھڑائی۔

"ارے تو میرے ہاتھ پیر تو کام کر رہے ہیں نا۔" یہ کہہ کر اس نے دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا اور مجھے بازو سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔

"شش شکریہ، جج جناب۔" میں نے کہا۔

میرے بعد ان تینوں کو بھی باہر کھینچا گیا۔ یہ کام وہ بائیں ہاتھ سے لے رہا تھا۔ دائیں ہاتھ میں اس نے پستول تھام رکھا تھا۔ جوں ہی آفتاب کو گھسیٹا گیا، وہ کار سے باہر نکلتے ہی زمین پر گر گیا اور ساکت ہو گیا۔

"ارے، یہ تو بے ہوش ہو گیا۔" ہوتی کے منہ سے نکلا۔

مجھے بہت فکر ہوا۔ آفتاب ہی تو ہم میں کچھ دلیر تھا، لیکن وہ سب سے پہلے بے ہوش ہو گیا تھا، اب ہمارا کیا بنے گا؟

"تمہارا یہ بھائی تو بہت ہی بزدل نکلا۔"

"ہم — ہم بھی اس سے کم بزدل نہیں ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اچھا، ادھر دیکھو میری طرف — میرے ہاتھ میں ایک وزنی پستول ہے۔ اب میں اسے نال کی طرف سے پکڑ رہا ہوں۔ اس کا دستہ تمہارا مزاج پوچھے گا۔"

"اس کے دستے کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے جناب خونخوار

صاحب، ہم ایسے ہی اپنا مزاج بتا دیتے ہیں۔" میں نے مری مری آواز میں کہا۔

"ایسے مزا نہیں آئے گا، تمہیں اتنی دور لایا ہوں تو کچھ مزا بھی آنا چاہیے۔"

"دیکھیے، ہم پر رحم فرمائیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

"بھائی جان، آپ نے پہلا جملہ کچھ درست نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔" اشفاق بول پڑا۔

"رحم کرنے والوں کے ساتھ بھی ضرور ہیں، فکر نہ کرو۔" میں نے کہا۔

"بھائی جان، آپ وعدہ کیوں نہیں کر لیتے کہ ہم انگوٹھی والے معاملے سے الگ رہیں گے۔" اخلاق نے بھنّاتے لہجے میں کہا۔

"اس کی صرف ایک شرط ہے۔" میں بول اٹھا۔

"چلو جلدی بتاؤ، اگرچہ مجھے تمہاری کوئی شرط ماننے کی قطعاً ضرورت نہیں۔"

"اگر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ آپ یہ کیوں چاہتے ہیں تو ہم اس معاملے سے الگ ہونے کے بارے میں غور کر سکتے ہیں۔"

"اچھا، اچھا — اس صورت میں بھی تم صرف غور کرو گے!" اس نے

طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، اپنے اصولوں سے ہٹنا ہمیں پسند نہیں۔"

"تو پھر یہ لوٹ" یہ کہہ کر وہ ہماری طرف جھپٹا۔ ہم بوکھلا کر ادھر ادھر بھاگے، لیکن اس کی رفتار ہم سے کہیں زیادہ تھی، لہذا پلک جھپکتے میں وہ اشفاق کے سر پر پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اشفاق کی دل دوز چیخ سنی۔ میرا دل دہل گیا۔ جی چاہا، موتی خونخوار پر ٹوٹ پڑوں اور اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دوں، لیکن افسوس، جی کے چاہنے سے بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ میں اس کا کچھ بھی تو نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اتنے میں وہ اخلاق تک پہنچ گیا۔ اس نے اخلاق پر بھی وار کیا۔ اخلاق نے بچنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے، لیکن پھر اس کی زد پر آ ہی گیا اور اس کی چیخ نے میرے اوسان خطا کر دیے۔ اب میری باری تھی۔ ادھر میرے سر پر پستول کا دستہ لگا، ادھر میرے منہ سے ہولناک چیخ نکلی اور ساتھ ہی میں نے بے ہوش ہونے سے پہلے موتی کی آواز سنی:

"ارے، وہ کہاں گیا؟"

بُرا آدمی

میری آنکھ کھلی تو اشفاق اور اخلاق کو گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے پایا۔ موتی خونخوار کار سمیت غائب تھا۔ آفتاب کا بھی کہیں پتا نہیں تھا۔

"کیوں بھئی، تمہارا کیا حال ہے؟" میں نے دردناک آواز میں کہا۔

"بہت بُرا، سر پھٹا جا رہا ہے۔" اخلاق بولا۔

"کیا خیال ہے، شہر تک چل سکو گے؟"

"بہت مشکل ہے، ابھی ہمیں کچھ دیر یہیں رکنا پڑے گا۔"

"حیرت ہے، لکھن کہاں بھاگ گیا، ہمیں پتا بھی نہ چلا، وہ کب بھاگا۔" اشفاق نے کہا۔

"ظاہر ہے، شہر کی طرف ہی گیا ہوگا۔ لیکن وہ بھی موتی سے بچ نہیں سکا ہوگا۔ اس نے اسے راستے میں ہی جا لیا ہوگا۔" اخلاق نے خیال ظاہر کیا۔

"خدا نہ کرے۔" میں نے کہا۔

اسی وقت ہم نے ایک پولیس جیپ کو دُور سے آتے دیکھا۔ میں جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرا سر زور سے چکرایا۔ اگر درخت کا سہارا نہ لے لیتا تو گر ہی گیا تھا۔ میں نے زور زور سے ہاتھ ہلانا شروع کر دیا، تاکہ جیپ والے ہمیں دیکھ لیں۔

"میرا خیال ہے، محمن انہیں لے کر آیا ہے۔" اشفاق نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

جیپ نزدیک آنے پر ہم نے دیکھا، اس پر آفتاب موجود نہیں تھا۔ ہم نے انہی سب انسپکٹر کو دیکھا، جن کے پاس ہم موتی خونخوار کی رپورٹ درج کرانے گئے تھے۔ جیپ ہمارے پاس آکر رک گئی۔

"خیر تو ہے بھئی، تمہارے سروں سے تو خون بہہ رہا ہے۔"

"یہ اس موتی خونخوار کا کارنامہ ہے، جس کی رپورٹ ہم نے درج کرائی تھی۔ آپ نے اسے گرفتار کر لیا ہوتا تو اس وقت ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے، اس نے اپنی موجودگی دوسری جگہ ثابت کر دی تھی۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن اس وقت آپ یہاں کس طرح پہنچ گئے۔"

"آفتاب نامی ایک لڑکے نے اطلاع دی تھی کہ ان کے ساتھ

یہاں کیا ہو رہا ہے۔ آپ میں سے آفتاب کون ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"وہ ہمارا چھوٹا بھائی ہے، وہ جھوٹ موٹ بے ہوش ہو کر گر گیا تھا، پھر موقع پا کر بھاگ نکلا۔ اس کا مطلب ہے، بعد میں بھی وہ اس کے ہتھے نہیں چڑھا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"آیئے چلیں، پہلے میں آپ کو ہسپتال لے جاؤں گا۔ مرہم پٹی کے بعد ہم تھانے چلیں گے اور وہاں آپ کے بیانات لوں گا، پھر آپ اپنے گھر جا سکیں گے۔"

"شکریہ جناب، ہمیں معاف کر دیجیے۔" میں نے کہا۔

"جی کیا مطلب، آپ معافی کس بات کی مانگ رہے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"جب آپ نے موتی خونخوار کو گرفتار نہ کیا تو ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ آپ نے اس سے رشوت لی ہوگی۔"

"اوہ، اس میں آپ کا قصور نہیں۔ پچانوے فی صد پولیس افسر رشوت لے رہے ہیں، لیکن میں پانچ فی صد میں شامل ہوں۔"

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"

"سب انسپکٹر کاشان، شاید میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔" انہوں نے کہا اور ہمیں یاد آگیا کہ وہ پہلے بھی نام بتا چکے تھے۔

مرہم پٹی کرانے اور بیان لکھوانے کے بعد ہم دفتر پہنچے تو آفتاب

اور ارشد اونگھ رہے تھے — ہمیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ چونک اٹھے —

"اف مالک، یہ کیا ہوا؟" ارشد نے بوکھلا کر کہا۔

"آفتاب، تم نے کچھ نہیں بتایا ارشد کو؟"

"میں نے ابھی کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں آپ تینوں کا انتظار کر رہا تھا۔"

"جلدی بتاؤ، وہاں سے بھاگنے کے بعد تم نے کیا کیا؟"

"سب سے پہلے تو سب انسپکٹر صاحب کو فون کیا تھا۔ اس کے بعد میں سیدھا موتی خونخوار کے گھر پہنچا تھا۔" اس نے کہا۔

"کیا، ارے واہ — تم نے تو کمال کر دیا۔" میں چلا اٹھا۔

"چلائیے نہیں، زخم سے خون رسنے لگے گا۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا، پھر بولا:

"موتی خونخوار اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے، لیکن گھر کی حالت ایسی نہیں کہ وہ ایک کار رکھ سکے۔ اس کی ماں نے بتایا کہ وہ کسی بڑے آدمی کا ساتھی ہے، اس کے لیے کام کرتا ہے — اس بڑے آدمی کا نام اس بڑھیا کو بھی معلوم نہیں۔ ویسے وہ اس کی حرکتوں سے بہت تنگ آئی ہوئی ہے۔ اس کی باتیں سن کر میں نے اندازہ لگایا کہ انگوٹھی اس گھر میں نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو سکتی ہے، تو اس بڑے آدمی کے پاس — جس کا ہمیں اب پتا لگانا ہے۔"

"ہوں، تم ٹھیک کہتے ہو — خیر، کوئی بات نہیں، ہم اس کا بھی پتا لگالیں گے۔"

میں نے میز پر پڑے اخبار پر نظر ڈالتے ہوئے ارشد سے کہا —

"ارشد، چائے لے آؤ — سر میں بہت درد ہے — ادھر یہ فکر ستا رہا ہے کہ ابا جان اور امی جان سے ان پٹیوں کو کس طرح چھپایا جائے۔"

"اس کی ترکیب میں بتا دیتا ہوں — ارشد، تم چائے لے آؤ۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"تو بتاؤ نا۔" میں نے منہ بنایا۔

"ہم رات بھر غائب رہیں گے۔ رات کے پچھلے پہر آ کر اپنے کمرے میں داخل ہو جائیں گے — اس طرح صبح سے پہلے ان سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ اس وقت تک شاید آپ لوگ پٹیاں اتارنے کے قابل ہو جائیں۔"

"اچھی ترکیب ہے، لیکن ہم رات بھر کہاں رہیں گے۔"

"موتی خونخوار کے گھر کی نگرانی کریں گے — اگر وہ اپنے گھر آ گیا تو اول تو سب انسپکٹر صاحب کو اطلاع دیں گے۔ دوسرے اگر وہ کہیں جاتا نظر آیا تو اس کا تعاقب کریں گے۔ ہو سکتا ہے، اس طرح ہم اس بڑے آدمی تک پہنچ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو

سب انسپکٹر کاشان اس سے اگلوائیں گے کہ وہ بُرا آدمی کون ہے۔"
آفتاب کہتا چلا گیا۔

"ہوں، ترکیب اچھی ہے، چلو یوں ہی سہی۔" میں نے حامی بھر لی۔

"لیکن اگر صبح تک ہم پٹیاں کھولنے کے قابل نہ ہو سکے؟" اشفاق نے اعتراض کیا۔

"تو پھر مجبوراً ہمیں اپنی مرمت کا حال بیان کرنا پڑے گا۔"

"اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابّا جان ہمارا یہ دفتر بند کرا دیں گے۔" اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

"دیکھا جائے گا، ہم آئی جی صاحب سے سفارش کرا لیں گے۔"

اتنے میں ارشد چائے لے آیا۔ چائے پینے کے دوران میری نظر اخبار کی ایک خبر پر پڑی، سرخی تھی:

"ایک شخص کو ایک چوراہے پر بے ہوش پایا گیا۔"

تفصیل میں درج تھا کہ اس کے دونوں گھٹنوں پر چوٹ کے نشانات پائے گئے ہیں۔ گھٹنے نیلے ہو گئے ہیں اور وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ اسے ایک کار والے نے ہسپتال پہنچایا، وہ نہ اپنا نام بتاتا ہے، نہ پتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی یادداشت پر بُرا اثر پڑا ہے۔

"نیلے گھٹنے۔" میں بڑبڑایا۔

"کیا کہا، نیلے گھٹنے؟" آفتاب حیران ہو کر بولا۔

"ہاں، یہ خبر پڑھو۔" میں نے اخبار ان کے سامنے کر دیا۔

انہوں نے خبر پڑھی، پھر اخلاق نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اس خبر میں کیا خاص بات ہے۔ صاف ظاہر ہے، اس کے گھٹنوں پر یا تو چوٹ لگ گئی یا اس کی کسی نے مرمت کی ہے۔ مرمت کرنے والا ضرور اس کا دشمن ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، لیکن جو بات میں سوچ رہا ہوں، تمہارا دھیان اس طرف نہیں گیا۔" میں نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"اور آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"آؤ پہلے ہسپتال میں ہو آئیں۔" میں اٹھتے ہوئے بولا، حالانکہ ابھی میرے کپ میں چائے موجود تھی۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔" اشفاق نے احتجاج کرنے والے انداز میں کہا۔

"اگر اس کی ضرورت نہ ہوتی تو میں ہرگز نہ جاتا، آؤ۔"

انہیں بھی چائے درمیان میں چھوڑنا پڑی، ہم نے ارشد کو چھٹی دی، دفتر کو تالا لگایا اور نکل کھڑے ہوئے۔ وارڈ میں ہمیں اس شخص تک پہنچنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ ایک نرس نے یہ خیال کرتے ہوئے خود ہمیں اس کے پاس پہنچا دیا کہ شاید ہم ہی اس کے رشتے دار نکل آئیں۔

"کیوں، کیا یہ آپ کا عزیز ہے؟" نرس نے پوچھا۔

"افسوس نہیں، لیکن اس کی صورت کچھ مانوس سی معلوم ہوتی ہے۔ ذرا ہم اسے غور سے دیکھ کر یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ضرور کریں — میں چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھٹ کھٹ کرتی چلی گئی —

زخمی آدمی جاگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھت پر لگی تھیں اور پلکیں بار بار جھپک رہا تھا۔

"ہیلو پیارے بھائی، تمہارا یہ حال کس نے بنایا۔ ہم تمہارے دوست اور ہمدرد ہیں۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔

اس نے سر ہماری طرف گھمایا۔ چند لمحے تک ٹکٹکی باندھے ہمیں دیکھتا رہا، پھر منہ دوسری طرف کر لیا۔

"یوں تو کام نہیں چلے گا — بھائی جان، ہمیں بتا دیں، آپ کو کس نے مارا ہے۔" میں پھر بولا۔ وہ اس پر بھی خاموش رہا۔

"اگر آپ نہیں بتائیں گے تو ہم پولیس سٹیشن جائیں گے اور انسپکٹر صاحب کو تمہارے بارے میں بتا دیں گے۔" آفتاب نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔ اس نے پھر منہ ہماری طرف کیا۔ آفتاب پر ایک نظر ڈالی اور منہ پھر دوسری طرف کر لیا! گویا آفتاب کا جملہ بھی کارگر نہیں رہا تھا۔

"اور ہم پولیس انسپکٹر کو اس شخص کا نام بتا دیں گے، جس نے

آپ کو مارا پیٹا ہے — پھر وہ آپ کو اور اس شخص کو تھانے میں طلب کریں گے — کیا خیال ہے، آپ ایسا ہی چاہتے ہیں؟" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ اس نے جلدی سے میری طرف دیکھا — ہم نے اس کی آنکھوں میں پہلی بار پریشانی کے سائے دیکھے — یہ وار کچھ کارگر ثابت ہوا تھا — چند لمحے تک وہ میری طرف دیکھتا رہا، پھر منہ دوسری طرف کر لیا —

"شاید آپ مذاق سمجھ رہے ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمیں اس شخص کا نام معلوم نہیں — تو خیر سنیئے، اس کا نام موتی خونخوار ہے۔" میں نے اندھیرے میں تیر چلایا، لیکن اس تیر کا ردعمل حیرت انگیز تھا۔ اس نے بوکھلا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں یک لخت بے پناہ خوف اُمڈ آیا —

اشفاق، اخلاق اور آفتاب اسے اس حد تک خوف زدہ دیکھ کر خوف سے کانپ اٹھے —

○

"بہت خوب، تو آپ کی آواز لوٹ ہی آئی۔" میں مسکرا دیا۔
"خدا کے لیے پولیس کے سامنے موتی خونخوار کا نام نہ لینا، ورنہ وہ مجھے جان سے مار دے گا اور پولیس اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔ وہ کسی دوسرے شہر میں اپنی موجودگی ثابت کر دے گا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔
"سوال یہ ہے کہ اس نے آپ کو مارا کیوں؟"
"آپ کو اس کا نام کس طرح معلوم ہے؟" اس نے میرے سوال کا جواب دیے بغیر کہا۔
"اس بات کو چھوڑیں، میرے سوال کا جواب دیں۔"
"میری اس سے بہت پرانی دشمنی ہے۔ ایک بار میں نے اس کے خلاف گواہی دے دی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے جھوٹے گواہ تیار رکھتا ہے۔ ایک بار اس نے مجھ سے بھی یہ کام لینا چاہا، لیکن عدالت میں میں نے سچ بول دیا، بس اس دن سے وہ میرا دشمن بن گیا ہے۔ رات میں اس کے ہتھے چڑھ گیا۔" اس نے بتایا۔
اور اس کے بیان پر ہمیں یقین آ گیا، کیونکہ انسپکٹر کاشان نے بھی اس کے بارے میں یہ بات بتائی تھی کہ وہ جھوٹے گواہ پیدا کر لیتا ہے۔
"ہم آپ کے گھٹنے ایک نظر دیکھنا چاہتے ہیں۔"
"لیکن اب تو ان پر پٹیاں بندھی ہیں۔ ظالم نے پستول کا دستہ

بار بار میرے گھٹنوں پر مارا ہے، بالکل نیلے ہو گئے تھے۔ اندر سے شاید ہڈیاں بھی ٹوٹ گئی ہیں۔"
"خیر، اب ہم انسپکٹر صاحب کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ اچھا خدا حافظ۔"
ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ وارڈ سے باہر نکل رہے تھے کہ وہی نرس نظر آئی۔
"کیوں، کچھ یاد آیا؟"
"جی نہیں۔" ہم نے کہا اور باہر نکل آئے۔
"حیرت ہے، آپ کو موتی خونخوار کا خیال کس طرح آ گیا؟"
"میں نے ذرا عقل استعمال کی تھی اور بس، نیلے گھٹنوں کا پڑھ کر میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا تھا اور وہ درست نکلا۔" میں نے جواب دیا۔
"کیسا خیال، کچھ ہم بھی تو سنیں۔"
"موتی خونخوار ہمیں انگوٹھی والے معاملے سے الگ رکھنا چاہتا تھا۔ انگوٹھی کا معاملہ عابد ہارون اور ان کی بیگم کے گھر سے متعلق ہے، لیکن اس گھر میں اس وقت ایک ایسا ملازم بھی رہتا ہے، جس کے گھٹنے زخمی ہیں اور نیلے بھی۔ ادھر سڑک پر ایک اور آدمی زخمی گھٹنوں والا پایا جاتا ہے۔ اس کے گھٹنے بھی نیلے ہیں، لہٰذا میرا ذہن فوری طور پر موتی خونخوار کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس زخمی سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ میں حیران ہوں کہ یہ جو کیا رہا

ہے۔ کیا یہ سب ایک انگوٹھی کے لیے ہو رہا ہے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے لیے تو یہ معاملہ بہت خوف ناک ثابت ہوا ہے۔ اتنا خوف ناک کہ دو بار مرمت ہو چکی ہے اور تیسری بار مرمت ہونے کی قوی امید ہے۔" آفتاب بولا۔

"اور اب ہم موتی خونخوار کے گھر کی نگرانی کریں گے، تاکہ اس بڑے آدمی تک پہنچ سکیں، کیوں کیا خیال ہے۔" میں بولا۔

"کچھ زیادہ ہی نیک خیال ہے۔" آفتاب بولا۔

اور ہم زخمی سروں کے ساتھ موتی کے گھر کے سامنے پہنچ گئے اس کا گھر ایک تنگ سی گلی میں تھا۔ گلی کے دونوں طرف سڑکیں تھیں۔

"اشفاق اور اخلاق گلی کے اس موڑ پر۔ اور ہم دونوں اس موڑ پر کھڑے ہوں گے۔" میں نے فیصلہ سنایا۔

"لیکن بھائی جان، گلی کے موڑ پر کھڑے ہونے کی صورت میں تو وہ ہمیں دیکھ لے گا اور اس کا ہمیں دیکھ لینا کچھ خوش گوار نتائج پیدا نہیں کرے گا۔" اخلاق نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، سڑک کے دوسرے کنارے تاریکی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔" میں نے اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔

"اس سے پہلے ہم معلوم کیوں نہ کرلیں کہ وہ گھر میں ہے یا نہیں۔" اشفاق نے رائے دی۔

"بھلا ہم یہ بات کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ دستک دینے سے تو رہے، کیونکہ اگر وہ گھر میں موجود ہوا اور دروازہ اس نے کھولا تو ہماری خیر نہیں۔" اخلاق نے اعتراض کیا۔

"ٹھیک ہے، ہم یہ معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ معلوم کرکے ہمیں فائدہ بھی کیا ہے۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس کا تعاقب کرکے اس بڑے آدمی تک پہنچ جائیں، تاکہ معلوم ہو جائے، وہ کون ہے؟"

"حیرت ہے، یہ انگوٹھی تو ہمیں بہت دور لے آئی ہے۔ آخر انگوٹھی کس کے پاس ہے۔"

"کم از کم میرے پاس تو ہے نہیں۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"اور اگر وہ گھر سے نہ نکلا تو کیا ہم رات بھر سوکھتے رہیں گے؟" اشفاق نے بوکھلا کر کہا۔

"جاسوسی خالہ جی کا گھر نہیں، سمجھے صوفی صاحب۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ہم دو حصوں میں بٹ گئے۔ اللہ کی مہربانی سے ہمیں تاریک گوشے بھی مل گئے۔ ان گوشوں کی پناہ لینے کے بعد ہم نے خود کو کسی قدر محفوظ محسوس کیا۔ وقت چیونٹی کی طرح رینگتا رہا۔ آخر رات کے ٹھیک گیارہ بجے، جب کہ سارا شہر نیند کی آغوش میں ڈوب چکا تھا، گلی کا ایک دروازہ کھلنے کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔ ہم

نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا — گلی میں مدھم روشنی والا بلب جل رہا
تھا۔ اس روشنی میں وہ لمبا تڑنگا آدمی ہمیں موتی ہی نظر آیا۔ اب اس
کا رخ اس سڑک کی طرف تھا، جس کے دوسری طرف اشفاق اور
اخلاق موجود تھے — جوں ہی وہ سڑک کے کنارے پہنچا، ہم تاریک
گوشے سے نکل کر گلی میں داخل ہو گئے اور دبے پاؤں سڑک کی
طرف بڑھے — اشفاق اور اخلاق ابھی اپنی جگہ سے نہیں نکل سکے
تھے۔ جب ہم سڑک پر پہنچے تو موتی کو کافی فاصلے پر جاتے ہوئے
پایا — ہمیں نمودار ہوتے دیکھ کر اشفاق اور اخلاق بھی نکل آئے۔ اب
ہم چاروں آہٹ پیدا کیے بغیر چلنے لگے۔ موتی پیدل ہی چلا جا رہا
تھا — ہم دعا مانگ رہے تھے کہ اسے کوئی رکشا یا ٹیکسی نہ ملے۔
اور اگر ملے تو فوراً ہی ہمیں بھی مل جائے، لیکن رات کے گیارہ بجے
اس کا امکان چند فی صد سے زیادہ نہ تھا۔

ہم چلتے رہے — موتی کی رفتار زیادہ تیز تھی۔ درمیانی فاصلہ
یکساں رکھنے کے لیے ہمیں کافی کوشش کرنا پڑ رہی تھی — یہ ڈر
بھی تھا کہ کہیں وہ اچانک کسی طرف مڑ کر ہماری نظروں سے اوجھل
نہ ہو جائے اور پھر آدھ گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد آخر وہ ایک موڑ
مڑ ہی گیا — ہم بوکھلا اٹھے اور رفتار یک لخت بڑھا دی — جب ہم
اس موڑ تک پہنچے تو موتی کافی دور جا چکا تھا — اچانک ہم نے اسے
ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر ہم حیران ہوئے بغیر نہ

رہ سکے کہ اس نے دستک نہیں دی تھی اور دروازہ بھی بند نہیں تھا —
ہم نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ، اس عمارت تک پہنچ گئے — یہ ایک
بڑی سی عمارت تھی اور پرانی طرز کی تھی — اس کا دروازہ تھوڑا سا
کھلا تھا؛ گویا اندر داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ پیش آنے کا
امکان نہیں تھا —

"یہ دروازہ تو ہمیں اندر داخل ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔"
آفتاب بڑبڑایا —

"تو ٹھیک ہے، دعوت منظور کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"دیکھ لیں، کہیں ہم پھنس نہ جائیں — ہمارے سر پہلے ہی زخمی
ہیں۔" اخلاق نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن باہر کھڑے رہ کر بھی کچھ نہیں جان سکیں گے۔" میں نے
اعتراض کیا۔

"کیوں نہیں جان سکیں گے، ہم نے بُرے کا گھر دیکھ لیا ہے —
صبح آ کر ادھر ادھر سے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہاں کون رہتا ہے۔"
اشفاق بولا۔

"تم دونوں تو ہو بزدل اور کام چور — اس وقت ہم جو کچھ
معلوم کر سکتے ہیں، صبح ہرگز معلوم نہیں کر سکتے۔" آفتاب نے جھلا کر
کہا —

"تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ سر بالکل سلامت ہے۔" اشفاق

نے اپنے دکھتے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تو پھر تم تینوں باہر ٹھہرو، صرف میں اندر جاتا ہوں۔ تاکہ میں بھی سر پر چوٹ کھا آؤں۔" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا۔ میں آفتاب کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم بھی ساتھ ہی جائیں گے۔ باہر کھڑے رہ کر بزدلی کا طعنہ نہیں لیں گے۔" اشفاق نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" اخلاق نے بھی اس کی تائید کی۔

ہم دبے پاؤں اندر داخل ہو گئے۔ دل دھک دھک کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا، پسلیاں توڑ کر ابھی باہر آ گریں گے۔

"مم، میرا دل قابو سے باہر ہوا جا رہا ہے۔" اخلاق نے لرزتی آواز میں کہا۔

"تب تم باہر ٹھہرو۔" میں نے ڈری ڈری آواز میں کہا، کیونکہ حال میرا بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" اخلاق ہکلایا۔

"اگر نہیں ہو سکتا تو پھر چلے جاؤ۔"

دروازے سے عمارت کے اندرونی حصے تک اینٹوں کی بنی ایک سڑک چلی گئی تھی۔ اس کے دوسری طرف ایک برآمدہ تھا۔ برآمدے میں

زیرو کا بلب جل رہا تھا۔ ہم دبے پاؤں چلتے برآمدے تک پہنچ گئے۔ ایک کمرے سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ ہم اور آگے بڑھے اور کمرے کے دروازے تک پہنچے۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا اور اندر کوئی کہہ رہا تھا۔

"چاروں نام اور پتے تم نوٹ کر چکے ہو موتی؟"

"جی جناب، آپ فکر نہ کریں۔"

"اور ہاں، آج پھر تم وقت سے کافی پہلے آ گئے۔ میرے پاس ہمیشہ رات کے بارہ بجے کے بعد آیا کرو۔ تم جانتے ہی ہو، میں رات کے وقت جاگتا ہوں اور دن کے وقت سوتا ہوں۔"

"جانتا ہوں جناب، وقت سے پہلے اس لیے آ گیا کہ آپ کو عبداللہ جان کے بارے میں رپورٹ دینا تھی۔"

"چلو، اس کا جھگڑا بھی ختم ہوا۔ ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو، کہیں میرا کوئی ملاقاتی نہ آ جائے۔"

"بہت اچھا جناب۔" ہم نے موتی کو کہتے سنا اور پھر برآمدے میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب باہر نکل جانے کا وقت نہیں رہا تھا۔ برآمدے کے آخری سرے تک پہنچ کر بھی ہم نہ رکے کہ کہیں موتی ادھر مڑ کر نہ دیکھ لے۔ آگے چل کر برآمدہ بائیں ہاتھ مڑتا نظر آیا۔ ہم فوراً موڑ مڑ گئے۔ ہم نے دیکھا، ہم ایک کھڑکی کے سامنے کھڑے تھے کھڑکی سلاخ دار تھی — سلاخوں میں سے اندر کی طرف دیکھا تو ایک لڑکی

کو کرسی پر بیٹھے پڑھتے پایا۔ وہ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں پڑھ رہی تھی
"کیا یہ اس بڑے آدمی کی بیٹی ہے، جو راتوں کو پڑھتی ہے۔"
میں نے سوچا، اسی وقت لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار
نمودار ہوئے۔ اس نے چونک کر پہلے دروازے کی طرف اور پھر کھڑکی
کی طرف دیکھا۔ یہ اس قدر جلدی میں ہوگیا کہ ہم نیچے بھی نہ جھک
سکے۔ لڑکی کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ اس نے تھر تھر کانپتی
آواز میں کہا:

"تم، تم کون ہو؟" اس کی آواز مدھم تھی۔

"ہم، ہم دوست ہیں، تمہارے دوست، ہمدرد۔" آفتاب نے
گھبرا کر کہا۔

"میرے ہمدرد۔ تم، تم چور تو نہیں ہو۔"

"جی نہیں، ہم چور ہرگز نہیں ہیں۔ کیا ہم آپ سے چند
باتیں کر سکتے ہیں؟" میں نے نرم گرم آواز میں کہا۔

"میں سمجھی، تم ضرورت مند ہو۔ پاپا سے رقم ادھار لینے آئے
ہو، لیکن میری مانو، ان سے رقم ادھار نہ لو، کیونکہ ان سے ادھار
لے کر تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ وہ تمہارے....."

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت کمرے کا دروازہ
کھلا تھا اور ایک بہت لمبے قد کا پتلا دبلا آدمی اندر داخل ہوا تھا
ہم نے فوراً اپنے سر نیچے کر لیے۔

"تم کس سے باتیں کر رہی تھیں بیٹی؟"

"جی، میں۔ میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔" لڑکی
نے جلدی سے کہا۔

"تمہیں کتنی بار منع کیا ہے۔ اپنے آپ سے باتیں کرنا اچھی
عادت نہیں ہے۔ اس طرح آدمی وہمی یا پاگل ہو جاتا ہے۔"

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے اشارے سے
انہیں کہا:

"آؤ، بالکل نکل جانے کا یہی وقت ہے۔"

ہم دبے پاؤں چلتے باہر نکل آئے۔ موتی خونخوار کا دور دور
تک پتا نہیں تھا۔ دوسرے دن ناشتے کی میز پر اخبار کی ایک خبر
نے ہمیں بری طرح چونکا دیا۔

رات پولیس نے عبداللہ جان کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس نے اس
کے گھر سے ایک انگوٹھی برآمد کر لی تھی۔

ہماری ترکیب

"پولیس نے ہمارے مؤکل عبداللہ جان کو انگوٹھی کی چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتار کرنے والے جلالی نور ہیں۔ ہم چاہتے ہیں، آپ فوراً اس کی ضمانت کرالیں۔"

ہم اس وقت اکبر راٹھور صاحب کے دفتر میں موجود تھے۔ ان کا دفتر عدالت کے ساتھ ہی واقع تھا۔ ناشتے کی میز پر یہ خبر پڑھنے کے بعد ہم رک نہیں سکتے تھے اور ان کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔

"انگوٹھی کا برآمد کیا جانا کچھ اچھی خبر نہیں ہے۔ شاید جلالی نور اس کی ضمانت نہ ہونے دے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"آپ کوشش تو کریں اور ہم اس سے ملاقات بھی کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے بے تابانہ کہا۔

"ملاقات تو کچھ مشکل نہیں۔ ابھی حوالات چلتے ہیں اور مل آتے ہیں۔"

"ہم یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ پولیس نے کون سی انگوٹھی برآمد کی ہے۔ کیا وہی ہیرے کی انگوٹھی جو پہلے اس کے گھر سے برآمد نہیں ہوئی تھی۔"

"ٹھیک ہے، ہم وہ انگوٹھی دیکھ لیں گے۔ جلالی نور نے انگوٹھی بیگم ہارون سے شناخت بھی تو کرائی ہوگی۔ یہ بات تو ان سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔" انھوں نے خیال دلایا۔

"اوہ ہاں، تو پھر ہم پہلے عابد ہارون صاحب کو فون کر لیں۔" میں نے کہا اور ریسیور اٹھا کر ان کے نمبر گھمائے۔ فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

"میں شوکی اینڈ کو کا کارندہ بول رہا ہوں جناب، کیا یہ سچ ہے کہ پولیس نے عبداللہ جان کے گھر سے انگوٹھی برآمد کر لی ہے؟"

"ہاں، سچ ہے۔" ان کی آواز میں دکھ تھا۔

"تو کیا یہ وہی انگوٹھی ہے، یعنی ہیرے کی۔"

"یہ وہ انگوٹھی نہیں، بلکہ دوسری ہے۔ بیگم کو اچانک ہی خیال آیا تھا کہ ان کی تو ایک اور انگوٹھی بھی گم ہے۔ دراصل ہیرے کی انگوٹھی نے انہیں اس حد تک پریشان کر دیا تھا کہ دوسری انگوٹھیوں کا دھیان ہی نہیں رہا۔ جونہی انہیں معلوم ہوا کہ ایک اور انگوٹھی گم ہے تو انھوں نے جلالی نور کو فون کیا۔ انھوں نے فوراً عبداللہ جان کے گھر کی تلاشی کا وارنٹ حاصل کیا اور وہ

انگوٹھی اس کے گھر سے برآمد ہو گئی — جلالی نور انگوٹھی لے کر یہاں
آئے تھے۔ بیگم نے انگوٹھی شناخت کر لی ہے۔ وہ ان کی دوسری انگوٹھی
ہے۔"

"گویا پینتیس ہزار روپے والی انگوٹھی ابھی تک لاپتا ہے۔"
میں نے کہا —

"ہاں، بیگم کا خیال ہے کہ عبداللہ جان نے وہ انگوٹھی کہیں
اور چھپا رکھی ہے۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ جلالی نور نے عبداللہ جان کے گھر
کی تلاشی تو پہلے بھی لی تھی، اس وقت انگوٹھی کیوں برآمد نہ
ہوئی؟" میں نے الجھ کر کہا۔

"اس وقت عبداللہ جان نے انگوٹھی گھر سے کہیں باہر چھپا رکھی
تھی — جب پولیس نے تلاشی لے لی تھی، اس نے سوچا، خطرہ ٹل
گیا ہے — اب انگوٹھی گھر لے آنی چاہیے۔"

"پھر وہ ہیرے والی انگوٹھی بھی کیوں نہ لے آیا۔"

"میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں — وہی بتا سکتا ہے۔
ویسے جلالی نور کا خیال ہے کہ وہ انگوٹھی بھی اس نے کسی اور جگہ
چھپا رکھی ہے اور اب وہ اس سے اس جگہ کے بارے میں معلوم
کر ہی لیں گے۔"

"اوہ" میں نے پریشان ہو کر کہا اور ریسیور رکھ دیا، پھر

اکبر راٹھور صاحب کی طرف مڑا:

"جناب عبداللہ جان پر تشدد ہو رہا ہوگا — آپ کو فوراً اس
کے وکیل کی حیثیت سے اس سے ملاقات کرنی چاہیے۔"

"اچھا، تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ صرف میں جاتا ہوں۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" ہم نے کندھے اچکائے۔

ایک گھنٹے بعد اکبر راٹھور کا فون موصول ہوا، انہوں نے کہا:

"میں عبداللہ جان سے ملاقات کر چکا ہوں۔ ابھی تک اس
پر سختی نہیں کی گئی — میں نے اس کی ضمانت کے سلسلے میں کوشش
کی ہے — امید ہے کہ کل تک ضمانت ہو جائے گی۔ پسند کریں
تو آپ لوگ بھی کل عدالت میں آ جائیں۔"

"بہت بہت شکریہ، انگوٹھی کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے، اسے نہیں معلوم، گھر میں وہ انگوٹھی کس
طرح آ گئی — اس نے کوئی انگوٹھی نہیں چرائی۔"

"خدا کرے، ایسا ہی ہو" میں نے دعائیہ انداز میں کہا۔
اور ریسیور رکھ دیا۔

"آؤ بھئی، ہم رات والی عمارت کے مالک کے بارے میں
معلوم کریں۔ آخر وہ کون شخص ہے۔ اس کی بیٹی نے خیال ظاہر کیا
کہ شاید ہم اس کے پاپا سے ادھار لینے آئے ہیں۔ اس لیے ہمیں
خوف زدہ انداز میں مشورہ بھی دیا تھا کہ ہم ادھار ہرگز نہ لیں ورنہ

ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اور وہ ہمارے ....." یہاں تک کہہ کر میں رک گیا، پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"وہ لڑکی آگے کیا کہنا چاہتی تھی؟"

"اس سے پوچھ آؤں جا کر۔" آفتاب جلدی سے بولا۔

"نہیں، اپنی عقل سے پوچھو۔"

"تب پھر وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ پاپا سے ادھار نہ لیں، ورنہ وہ ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گے۔" آفتاب نے اندازہ لگایا۔

"نہیں بھئی، وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ ورنہ پاپا ہمارے گھٹنے تڑوا دیں گے۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"عبداللہ جان کی گرفتاری کی خبر کے بعد ہم نے باقی اخبار نہیں دیکھا تھا۔ پہلے میں سرخیاں دیکھ لوں۔ تم بھی نظر دوڑاؤ، شاید ہمارے مطلب کی کوئی اور خبر بھی موجود ہو۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

اور ہم چاروں راٹھور صاحب کے دفتر میں اخبار پھیلا کر بیٹھ گئے۔ جلد ہی ہمیں ایک خبر نظر آ گئی۔ خبر تھی کہ ایک شخص کو شہر کی شمالی سڑک پر زخمی حالت میں پایا گیا تھا۔ اس کے گھٹنے شدید زخمی ہیں۔ گھٹنوں پر شاید کسی پستول کے بٹ مارے گئے ہیں، ان کا رنگ نیلا ہو چکا ہے۔ نیلے گھٹنے والے زخمی ایک عرصے سے

مل رہے ہیں۔ انھوں نے پولیس کو کبھی یہ نہیں بتایا کہ انھیں کس نے زخمی کیا۔ بس ہر کوئی صرف اتنا بیان دیتا ہے کہ وہ کسی کار سے ٹکرا گئے تھے۔ پولیس آج تک گھٹنوں کو زخمی کرنے والوں کا سراغ نہیں لگا سکی۔

خبر پڑھ کر ہم چکتے میں آ گئے۔ اب یہ بات صاف ظاہر ہو چکی تھی کہ گھٹنے موتی خونخوار نیلے کرتا ہے اور وہ ایسا اس شخص کے کہنے پر کرتا ہے۔ وہ شخص لوگوں کو شاید رقمیں ادھار دینے کا کاروبار کرتا ہے اور جو لوگ رقمیں مقررہ وقت پر واپس نہیں لوٹاتے، وہ ان کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔ میں نے یہ خیالات ان کے سامنے بھی رکھے۔

"بالکل یہی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن الجھن تو یہ ہے کہ ہم تو اس معاملے میں ایک انگوٹھی کی وجہ سے الجھے ہوئے ہیں۔ آخر انگوٹھی ....." آفتاب کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک لہرائی، پھر اس نے کہا:

"موتی خونخوار نے ہمیں دھمکی دی تھی کہ ہم انگوٹھی والے معاملے میں دخل نہ دیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بیگم ہارون نے انگوٹھی اس شخص کے پاس رکھوا کر رقم ادھار لی ہو۔"

"بھلا عابد ہارون کی بیوی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی! وہ اس شہر کے سب سے بڑے جوہری ہیں۔ اگر وہ اپنی بیوی

کو پینتیس ہزار روپے کی انگوٹھی لا کر دے سکتے ہیں، تو کیا رقم نہیں دے سکتے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"پھر آپ ہی بتائیں، کیا بات ہو سکتی ہے۔ موتی خونخوار وہ آدمی یہ کیوں چاہتے تھے کہ ہم انگوٹھی والے معاملے میں الجھیں۔"

"چلیے، اس کی طرف۔ پوچھ لیں گے۔" آفتاب نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

آخر ہم رات والی عمارت تک پہنچے۔ ایک بوڑھے آدمی کو روک کر میں نے کہا:

"یہاں ایک صاحب رہتے ہیں، جو لوگوں کو قرض دیتے ہیں، کیا آپ بتا سکتے ہیں، ان کا مکان کون سا ہے۔" یہ سن کر بوڑھے نے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"کیوں، کیا تم لوگ قرض لینا چاہتے ہو؟"

"یہی سمجھ لیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تب میں تم لوگوں کو مشورہ دوں گا کہ اس شخص سے قرض نہ لو۔ اول تو یہ سو فی صد سود پر قرض دیتا ہے، وہ بھی ماہوار سالانہ نہیں۔ یعنی ایک سو روپیہ اگر تم ادھار لوگے تو ایک ماہ بعد اسے دو سو روپے لوٹانے پڑیں گے۔ پانچ ہزار لوگے تو دس ہزار لوٹاؤ گے اور اگر نہیں لوٹاؤ گے تو اس کا غنڈا تمہارے

ہاتھ پیر توڑ دے گا۔"

"اوہ، یہ تو آپ نے بہت خوف ناک خبر سنائی۔"

"یوں بھی ادھار لینے کو ہمارے مذہب میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ بہت ہی مجبوری کی حالت میں تھوڑا بہت قرض لے سکتے ہیں، لیکن سود پر نہیں۔ سود حرام ہے، لہذا میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اس ارادے سے باز آ جاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ، آپ نے ہمیں بہت مفید بات بتائی۔ ہم ہرگز اس سے قرض نہیں لیں گے۔ یہ تو بہت غلط آدمی ہے۔ بھلا نام کیا ہے اس کا؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نام اس کا دلدار بیگ ہے، لیکن یہ صرف نام کا دل دار ہے۔ اس کے سینے میں دل نام کی کوئی چیز نہیں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"بس بھئی، اب ہمیں نام معلوم ہو گیا ہے، آگے جا کر کیا کریں گے۔ آؤ یہیں سے لوٹ چلیں۔" میں نے کہا۔

ہم واپس روانہ ہوئے۔ دفتر پہنچ کر میں نے ڈائریکٹری میں دلدار بیگ کے نمبر تلاش کیے، پھر ریسیور اٹھا لیا۔ جلد ہی دوسری طرف سے اسی شخص کی آواز سنائی دی، جسے رات باتیں کرتے سن چکے تھے۔

"ہیلو، کون صاحب؟"

"ایک ضرورت مند۔" میں نے آواز میں بھاری پن پیدا کر کے کہا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"کچھ رقم کی ضرورت ہے۔"

"رات بارہ بجے آ جانا، گھر دیکھا ہے میرا؟"

"جی معلوم کر سکتے ہیں۔ ایسی کون سی بات ہے۔"

"تو پھر پتا لکھ لو۔" یہ کہہ کر اس نے پتا نوٹ کرا دیا۔ میں نے سلسلہ کاٹ کر ایک اور نمبر ڈائل کیے اور بات کرنے لگا۔

میرا ذہن اب بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ دوسرے دن صبح ہم عدالت میں پہنچ گئے۔ اکبر راٹھور عدالت کے احاطے میں ہمیں دور سے ہی نظر آ گئے۔

"کیوں بھئی، کیا خبریں ہیں؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ سنائیے، آج ضمانت کا امکان ہے یا نہیں؟"

"ہے تو مشکل ہی؛ بہرحال کوشش کروں گا۔"

اسی وقت جلالی نور آتا نظر آیا۔ دو کانسٹیبل عبداللہ جان کو لیے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ اچانک ان لوگوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا۔ جلالی نور کے چہرے پر طنز بھری مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ عبداللہ جان نے ہمیں عجیب سی نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو:

"اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میں صبر کر کے بیٹھ جاتا اور آپ لوگوں کے پاس نہ آتا۔"

ہم نے محسوس کیا، اس کے احساسات ٹھیک ہی تھے۔ ہماری وجہ سے وہ دوسری مرتبہ گرفتار ہوا تھا، لیکن اس میں ہمارا بھی تو کوئی قصور نہیں تھا۔ ہم تو خود اس کی وجہ سے تھانے کا کمرۂ امتحان دیکھ چکے تھے، بس امتحان میں پڑتے پڑتے بال بال بچے تھے۔

آخر آدھ گھنٹے بعد آواز پڑی اور ہم کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے۔ جج صاحب کی کرسی پر ایک نوجوان سے جج نظر آئے۔ اتنے کم عمر جج ہم نے پہلی مرتبہ دیکھے تھے۔

دونوں طرف کی بحث سننے کے بعد انہوں نے ضمانت نامنظور کر دی۔ اور ملزم کو جیل بھیجنے کا حکم دے دیا، تاکہ تفتیش جاری رکھی جائے اور مقدمہ باقاعدہ پیش کیا جائے۔ ہم بہت مایوس ہوئے، لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ عدالت کا حکم تھا۔ تھکے ہارے باہر نکلے۔

"راٹھور صاحب، اب کیا ہوگا؟"

"اگر آپ لوگ وہ انگوٹھی تلاش کر دیں تو ہم عبداللہ جان کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"جہاں تک ہمارا خیال ہے، انگوٹھی دلدار بیگ نامی ایک سود خور

کے پاس ہے، لیکن ہم اس کے گھر کی تلاشی لینے کے قابل نہیں،
کیونکہ موتی خونخوار جیسا خوفناک آدمی اس کا ملازم ہے اور وہ
ہماری دو مرتبہ پہلے ہی مرمت کر چکا ہے۔" میں نے پریشان ہو
کر کہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم اس کے گھر کی تلاشی کا
موقع کس طرح پیدا کر سکتے ہو۔ مجھ سے جو ہو سکتا تھا، کر چکا۔"
انہوں نے کہا۔

ان کا کہنا بھی ٹھیک تھا۔ آخر ہم واپس دفتر پہنچے اور سوچنے
بیٹھ گئے۔ اچانک اشفاق نے کہا:

"میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے۔ کل دلدار بیگ نے
موتی کو چار آدمیوں کے پتے دیے تھے۔ آج جو شخص زخمی ملا ہے،
اگر وہ ان میں سے ایک ہے تو باقی تین میں ایک کی باری
آج رات آنے والی ہے۔ اگر ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس
شخص کے گھر تک پہنچ جاتے ہیں اور فوری طور پر سب انسپکٹر
کاشان کو بلا لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو موتی رنگے ہاتھوں
گرفتار ہو سکتا ہے اور اگر گرفتار ہو جانے کے بعد اس سے یہ
بات اگلوائی جا سکتی ہے کہ وہ لوگوں کے گھٹنے کس کے کہنے پر
توڑتا پھرتا ہے۔"

"میرا خیال ہے۔ ترکیب قابلِ عمل ہے، کیونکہ ان حالات میں

ہم کچھ بھی تو نہیں کر سکتے، لیکن اس ترکیب میں ایک خامی ہے اور
وہ یہ کہ موتی کو اس شخص کے گھٹنے توڑنے میں زیادہ دیر نہیں
لگے گی۔ کیا اتنی جلدی انسپکٹر کاشان آ سکتا ہے، جب کہ ہمیں
بھی معلوم نہیں کہ ہم اس وقت شہر کے کون سے حصے میں
ہوں گے۔"

"کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے اور اگر تھوڑی بہت
دیر ہونے کا امکان ہوا تو ہم ایک عدد خطرہ مول لے لیں گے۔"
میں نے کہا۔

"لیجیے، اب خطرے بھی گنے جانے لگے۔" آفتاب بولا۔

"بھئی گننے کا کیا ہے، تم کوئی چیز بھی گن سکتے ہو۔" اشفاق
مسکرایا۔

"تو پھر یہ طے رہا، آج رات ہم موتی کو رنگے ہاتھوں پکڑوانے
کی کوشش کریں گے اور اس کے بعد اس کے بیان کے بل پر
دلدار بیگ کو۔ تو پھر کیوں نہ انسپکٹر کاشان کو پہلے ہی اپنا
پروگرام سنا کر تیار کر لیا جائے۔" میں نے کہا۔

"یہ تو اور بھی مناسب رہے گا۔" اخلاق چہک کر بولا۔

"تھوڑی دیر بعد ہم سب انسپکٹر کاشان کے سامنے بیٹھے تھے
اور وہ ہمیں ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔ آخر اس کے لب ہلے:

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ بتانے سے پہلے ہمیں آپ کو کچھ تفصیل سنانا پڑے گی۔"

"سنایئے، میں اس وقت فارغ ہوں۔" اس نے کہا۔

میں نے تمام واقعات اسے بتا دیے، آخر بولا:

"اب ہم چاہتے ہیں، آپ موتی کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیں۔ جوں ہی ہم فون کریں آپ موقع پر پہنچ جائیں۔"

"اس طرح دیر ہو جانے کا امکان ہے۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا، کیا خبر وہ کسی رکشے یا ٹیکسی میں اس شخص کے گھر تک جائے، اس صورت میں کیا آپ لوگ تعاقب کر سکیں گے۔"

"تو آپ ہمارے ساتھ رہیں گے، لیکن اس کام میں تو کئی گھنٹے لگ سکتے ہیں۔"

"تو کیا ہوا، مجرم کے گرفتار ہونے کا اگر امکان ہو تو میں رات سے صبح تک آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں۔"

"اوہ، آپ بہت اچھے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اس بات کو چھوڑیے۔ اب آپ لوگ میرے پاس ٹھیک نو بجے آ جایئے گا۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

اور ہم یہ سوچتے ہوئے واپس لوٹے کہ ایک جلالی نور ہیں اور ایک انسپکٹر کاشان ہیں، دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ نو بجے

ہم اس کی جیپ میں بیٹھ کر اس سڑک پر پہنچے، جس پر رات نگرانی کرتے رہے تھے۔ ہم نے نگرانی کے لیے وہی دونوں جگہیں پسند کیں۔ سب انسپکٹر کاشان نے جیپ چند قدم کے فاصلے پر ایک گلی میں کھڑی کر دی۔ انتظار کے لمحات حد درجے کٹھن ثابت ہوئے۔ آخر خدا خدا کر کے موتی اپنے گھر سے نکلا۔ وہ سڑک پر آ کر پیدل ہی چل پڑا۔ ہم نے انسپکٹر کاشان کو اشارہ دیا اور اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ میری کمر سے ایک کیمرہ لٹک رہا تھا۔ یہ ابا جان کا تھا جو انہوں نے اچھے وقتوں میں خریدا تھا اور بہت ہی بہترین کیمرہ تھا۔ ہم سے پچیس گز دور سب انسپکٹر کاشان جیپ میں بیٹھا پیدل آدمی کی رفتار سے آ رہا تھا۔ ایک دوسری سڑک پر مڑتے ہی موتی کو ایک ٹیکسی مل گئی۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ سب انسپکٹر کاشان ہمارے ساتھ تھا، ورنہ اس وقت موتی نکل گیا تھا اور ہم پیر پٹختے رہ گئے تھے۔ جوں ہی ٹیکسی حرکت میں آئی، کاشان کی جیپ ہمارے پاس آ کر رک گئی۔

"چلو بھئی بیٹھو، جلدی کرو۔"

تعاقب شروع ہو گیا۔ اب ہم بے پناہ جوش محسوس کر رہے تھے۔ پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ایک گلی کے موڑ پر رکتی نظر آئی۔ جیپ بھی رک گئی۔ ہم نے موتی کو اترتے دیکھا، ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ اب ہم بھی اترے اور آگے بڑھے۔ پروگرام کے مطابق کاشان جیپ میں ہی بیٹھا رہا۔ اسے بعد میں آگے آنا تھا۔ گلی میں موتی ایک مکان

کے دروازے پر دستک دیتا نظر آیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک شخص کی آواز سنائی دی:

"کون ہے، اتنی رات گئے؟"

"باہر تشریف لے آیئے، میں اتنی رات گئے ہی آیا کرتا ہوں"

"کک، کون — مم، موتی — خ، خ، خ —" وہ ہکلا کر رہ گیا۔ اسی وقت موتی نے اسے باہر گھسیٹ لیا —

"نن، نن، نہیں —" ہم نے اس شخص کی لرزتی آواز سنی — وہ اس قدر خوف زدہ تھا کہ ہمارے جسموں میں سنسنی دوڑ گئی۔

"سڑک خالی پڑی ہے — تمہیں سڑک تک میرے ساتھ چلنا ہو گا" موتی کی آواز ابھری۔

"لل، لیکن، کیوں؟" اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

"تم نے اب تک بیگ کی رقم نہیں لوٹائی، پرسوں کا وعدہ تھا"

"بب — بندو — بست نہیں ہو سکا تھا۔ جج، جناب، بس دو دن کی مہلت اور دے دیں"

"وہ تو خیر میں دوں گا، کیونکہ ہسپتال سے تم دو دن سے پہلے فارغ نہیں ہو سکو گے۔ فارغ ہوتے ہی رقم کی ادائیگی کی فکر کرنا"

موتی اسے اس بکری کی طرح گھسیٹ رہا تھا جسے ذبح کرنے کے لیے لے جایا جا رہا ہو اور وہ کسی پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ آخر دونوں سڑک تک آ گئے — اس دوران ہم نے گلی میں دیوار کے ساتھ لگ کر

اپنے سانس روکے رکھے تھے۔ جس جگہ ہم دیوار سے لگ کر کھڑے ہوئے تھے، وہ بالکل تاریکی میں تھی — یہی وجہ تھی کہ موتی ہماری موجودگی سے بے خبر رہا — وہ اس شخص کو گھسیٹتے ہوئے کھمبے کے نیچے لے آیا۔ بلب کی روشنی میں اس نے ایک ہاتھ سے تو اس شخص کو تھامے رکھا اور دوسرے سے اس نے جیب سے پستول نکالا۔ پستول کو ہوا میں اچھالا اور نال کی طرف سے پکڑ لیا —

"بس ٹھاکر صاحب، صرف تین تین بٹ ماروں گا دونوں طرف۔

"نن، نہیں"

"گھٹنوں پر سے کپڑا اوپر کر لیں، تاکہ آپ کی شلوار نہ پھٹے"

"خدا کے لیے، مجھ پر رحم کرو۔ میں رقم کل پہنچا دوں گا، چاہے جیسے بھی ہو"

"یہ بات پہلے کیوں نہ سوچی —"

اس کے ساتھ ہی موتی کا پستول والا ہاتھ اوپر اٹھا — ساتھ ہی کیمرے کی تیز روشنی کا جھماکا ہوا، اور آفتاب نے پرجوش انداز میں تالی بجا دی۔ وہ ہرگز تالی نہ بجا سکتا، اگر ہمارے ساتھ سب انسپکٹر کاشان نہ ہوتا — وہ ہم سے تھوڑے ہی فاصلے پر جیپ میں موجود تھے۔ کیمرے کی روشنی چمکتے ہی ان کی جیپ ہماری طرف رینگنے لگی تھی —

ادھر موتی کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا — وہ بوکھلا کر ہماری طرف

مڑا — اور پھر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا — یہ خون ہمیں دیکھ کر اترا تھا —

"تت، تم —" اس کے منہ سے نکلا۔

بالکل واقعی

"جی ہاں، ہم — ہمیں یہاں دیکھ کر آپ کو شاید غصہ آ گیا"
میں نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"ہیں، میں تمہارا خون پی جاؤں گا، یہ کیمرہ میرے حوالے کر دو" اس نے غرّا کر کہا۔

"ارے باپ رے — تو اس کیمرے کی وجہ سے غصہ آیا ہے آپ کو — یہ آپ لے لیجیے، ہم اس کا کیا کریں گے" میں نے گھبرا کر کہا۔

"لاؤ ادھر دو" اور اپنا راستہ لو"

"جی اچھا، لیکن وہ انگوٹھی کہاں ہے؟" آفتاب بولا۔

"کون سی انگوٹھی؟"

"میں بتاتا ہوں موتی صاحب، بچوں سے کیوں پوچھ رہے ہیں" سب انسپکٹر کاشان کی آواز نے ہمارے کانوں میں رس گھولا۔

موتی ایک بار پھر چونکا اور آواز کی طرف دیکھا۔ اس نے دیکھا،

سب انسپکٹر کاشان پستول اس کی طرف تانے کھڑا تھا۔

"تو تم اس شخص کے گھٹنے توڑنے والے تھے۔"

"نہیں تو ہم تو آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ موتی نے جلدی سے کہا۔

"رات کے گیارہ بجے اور ہنسی مذاق، بھئی واہ۔" کاشان خوش ہو کر بولے۔

"ہاں، شاکر میرا گہرا دوست ہے۔"

"کیوں مسٹر شاکر، کیا آپ موتی خونخوار کے گہرے دوست ہیں۔"

"ج، جی ہاں۔" اس نے کانپ کر کہا۔

"بھئی کیوں جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ شخص آپ کے گھٹنوں کی ہڈیاں توڑنے والا تھا اور آپ اس کی تائید کر رہے ہیں اسی لیے تو ظلم ختم نہیں ہو رہا۔" کاشان نے برا سا منہ بنایا۔

"م، میں۔ میں۔" شاکر ہکلا کر رہ گیا۔

"ہم سب کچھ جانتے ہیں مسٹر شاکر۔ سنیے، آپ نے دلدار بیگ سے سود پر قرض لیا تھا، لیکن ابھی تک قرض ادا نہیں کر سکے۔ موتی اس کا کارندہ ہے۔ جو لوگ وقت پر قرض ادا نہیں کرتے یہ ان کے گھٹنوں کی مرمت کر دیتا ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ج، جی ہاں۔" اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"مسٹر شاکر، یہ کہہ کر آپ نے اپنی شامت کو آواز دی ہے۔"

موتی غرایا۔

"موتی، تم قانون کے ایک محافظ کے سامنے ایک شخص کو دھمکی دے رہے ہو۔" کاشان نے اسے خبردار کیا۔

"میں آپ کو بھی دیکھ لوں گا۔"

"اوہو اچھا، بہت گھمنڈ ہے اپنے اوپر۔ اب دونوں ہاتھ اٹھا دو۔ ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔" کاشان نے تیز آواز میں کہا۔ ساتھ ہی سیٹی منہ سے لگا کر بجانے لگے اور پھر بجاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی، پھر چند کانسٹیبل نمودار ہوئے۔ یہ ادھر ادھر گشت پر تھے۔

"کیا معاملہ ہے جناب۔" ان میں سے ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"میں سب انسپکٹر کاشان ہوں۔ اس شخص کو پکڑ کر تھانے تک لے جانا ہے۔ یہ ایک خطرناک مجرم ہے۔ آج میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے۔"

"بہت اچھا سر۔"

کانسٹیبلوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا، پھر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ اس کی تلاشی لینے پر ایک چاقو اور چھوٹی موٹی کچھ چیزیں نکلیں۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھین لیا گیا۔

"ہم حیران ہیں، اس نے فائرنگ کر کے خود کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔" میں نے کہا۔

"اس لیے کہ پستول خالی ہے۔ یہ صرف اس کا دستہ کام میں لاتا ہے۔" کاشان نے کہا۔

ہم سب تھانے پہنچے۔ موتی کو حوالات میں بند کر دیا۔ کاشان نے سب کے بیانات قلم بند کیے — کیمرے کی فلم اپنے قبضے میں کی۔ پھر اس نے افسرانِ بالا سے فون پر بات کی — آخر اس نے دلدار بیگ کے گھر کی تلاشی کا وارنٹ حاصل کر لیا اور پولیس کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ پہلے تو عمارت کو گھیرے میں لیا گیا، پھر دروازے پر دستک دی گئی۔ اگرچہ دروازہ آج بھی کھلا تھا — جلد ہی دلدار بیگ آتا نظر آیا۔ دروازے پر پولیس کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب؟" اس نے اکھڑ لہجے میں کہا۔

"ہمیں آپ کے گھر کی تلاشی لینا ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"ہمیں معلوم ہوا ہے، یہاں چوری کی کچھ چیزیں موجود ہیں۔ سود کا کاروبار ہوتا ہے۔ لوگوں کے گھٹنے توڑے جانے کے احکامات دیے جاتے ہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"بلکہ یہ تو لوگوں کو چوری کے الزامات میں گرفتار بھی کراتے ہیں۔ عبداللہ جان کو انہی کی کوشش سے گرفتار کیا گیا ہے۔ کیا انھوں نے صرف اتنا کہ ایک انگوٹھی عبداللہ جان کے گھر میں رات

کے وقت موتی کے ذریعے رکھوا دی، پھر ایک خفیہ فون جلالی نور کو کیا گیا اور اس نے انگوٹھی برآمد کرکے عبداللہ جان کو گرفتار کر لیا۔" میں جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"ہوں، کیا یہ سچ ہے؟"

"پتا نہیں یہ لڑکا کیا بکواس کر رہا ہے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ موتی خونخوار کو ایک شخص کے گھٹنے توڑتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا ہے — ایسا کرنے سے پہلے اس منظر کی تصویر بھی لے لی گئی تھی۔" آفتاب نے اسے بتایا —

آخر اسے وارنٹ دکھایا گیا — چار کانسٹیبلوں کی نگرانی میں اسے دے کر ہم آگے بڑھے۔ اسی وقت ایک آواز نے ہمارے پاؤں جکڑ لیے —

"کیا بات ہے پاپا؟"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہی لڑکی ہمارے سامنے آگئی، جسے ہم نے رات پڑھائی میں مصروف دیکھا تھا۔ پولیس کو دیکھ کر وہ ٹھٹکی —

"ہم یہاں کی تلاشی لینے آئے ہیں۔"

"اوہ، میں سمجھ گئی — پاپا، میں آپ سے کہا کرتی تھی نا، یہ ظلم کرنا چھوڑ دیں۔ ایک دن آپ کو پچھتانا نہ پڑ جائے۔ لیکن آپ

نے میری بات نہ مانی — اب، اب کیا ہوگا؟"

"اب یہ ہوگا کہ ہم یہاں کی تلاشی لیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ یہ چوری کی چیزیں، یا اپنے مقروضوں سے وصول کی ہوئی چیزیں کہاں رکھتے ہیں؟"

"ہاں، میں جانتی ہوں — میں سب کچھ جانتی ہوں — تجوری میں آپ کو سب کچھ مل جائے گا۔ آخر ایک دن تو ایسا ہونا ہی تھا۔"

"اور تجوری کی چابی؟" کاشان نے جلدی سے کہا۔

"وہ پاپا کی جیب میں ہے — پاپا، چابی دے دونا۔" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

وہ انہیں بہت عجیب لگی — دلدار بیگ نے ایک لفظ کہے بغیر چابی نکال کر دے دی۔ تجوری کو کھولا گیا۔ اس میں ایک ہیرے کی انگوٹھی کیا، اس قسم کی نہ جانے اور کتنی قیمتی چیزیں موجود تھیں۔

مسٹر کاشان دھک سے رہ گئے — سب چیزوں کی فہرست تیار کی گئی، پھر دلدار بیگ کو بھی حوالات بھیج دیا گیا —

"یہ کارنامہ آپ لوگوں کا ہے، اس میں میرا کوئی حصہ نہیں۔" کاشان نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، آپ بھی برابر کے شریک ہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"ہمیں ان سب چیزوں میں سے صرف ہیرے کی انگوٹھی سے غرض ہے۔ ہم یہ انگوٹھی لے کر عابد ہارون کے ہاں جانا چاہتے ہیں، لیکن اس سے پہلے عبداللہ جان کو بھی رہا کرانا ہے۔"

"بھئی، اب یہ انگوٹھی ریکارڈ میں آ چکی ہے۔ اس طرح تو آپ لوگوں کو دی نہیں جا سکتی — ہاں، میں شناخت کے لیے اسے عابد ہارون کے پاس لے جا سکتا ہوں — آپ لوگ بھی میرے ساتھ چلیے گا — عبداللہ جان کو ہم رہا کرا لیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا، تو پھر ہم کل حاضر ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا۔

⊙

دوسرے دن ہم اکبر راٹھور صاحب کے ساتھ کاشان کے دفتر پہنچ گئے — وہاں سے جلالی نور کے پاس پہنچے، اس کے سامنے سارا معاملہ رکھا — وہ سمجھ گیا کہ اب عبداللہ جان کو حوالات میں نہیں رکھا جا سکتا۔ آخر انہیں لے کر جج صاحب کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ موتی خونخوار اور دل دار بیگ کو لے کر ان کے سامنے پیش کیا گیا — دل دار بیگ کا مارے خوف کے برا حال تھا۔

اس نے زندگی میں پہلے کبھی عدالت کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔
اس نے فوراً ہی سچ اُگل دیا، جب کہ موتی خونخوار بالکل ہی خاموش
رہا — جب عدالت نے اسے بیان دینے پر مجبور کیا تو اس نے
صرف اتنا کہا، "میں جو کچھ بھی کرتا رہا ہوں، بیگ صاحب کے کہنے
پر کرتا رہا ہوں۔ یہ مجھے بہت بھاری تنخواہ دیا کرتے تھے۔ حالات
اور واقعات پر غور کرنے کے بعد جج صاحب نے عبداللہ جان کو رہا
کرنے کا حکم دے دیا — ہم جیل پہنچے — عبداللہ جان کو جیل سے
باہر نکلوانے میں بھی پورا ایک گھنٹا لگ گیا اور پھر یہ قافلہ عابد
ہارون کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جلالی نور بھی ساتھ تھا، کیونکہ ابھی
تک یہ معاملہ حل نہیں ہوا تھا کہ انگوٹھی کس طرح دل دار بیگ تک
پہنچی تھی۔ جب کہ ہم سب کچھ معلوم کر چکے تھے۔

سب انسپکٹر کاشان نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔
دروازہ نومی نے کھولا اور اتنے سارے آدمیوں کو دیکھ کر حیران
رہ گیا — پولیس کی وردیوں نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ ساتھ ہی اس
کی نظر عبداللہ جان پر پڑی —

"ہمیں عابد ہارون صاحب سے ملنا ہے۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور واپس مڑ گیا —

جلد ہی عابد ہارون ہانپتے کانپتے آتے نظر آئے — انہوں
نے سب لوگوں کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا —

"خیر تو ہے جناب۔"

"اندر چل کر بتا سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

وہ میری آواز سن کر چونکے پھر بولے:

"اوہو، آپ حضرات بھی ہیں — اندر تشریف لے چلیے۔"

وہ ہمیں ڈرائنگ روم میں لے آئے — سب کے بیٹھ جانے
کے بعد میں نے کہا:

"بیگم صاحبہ اور اپنے نئے ملازم کو بھی بلا لیجیے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"صرف اتنی کہ ہم نے آپ کی انگوٹھی تلاش کر لی ہے۔"

"ارے کیا واقعی؟"

"جی ہاں، بالکل واقعی۔" آفتاب نے شوخ لہجے میں کہا۔

"میں انہیں ابھی لاتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور کمرے سے
نکل گئے۔ جلد ہی بیگم اور نومی کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

"ملاحظہ فرمائیے، کیا یہ آپ کی وہی انگوٹھی ہے، جو چوری
ہو گئی تھی۔"

بیگم ہارون نے انگوٹھی لی اور اسے دیکھتے ہی بول پڑیں:

"جی ہاں، بالکل یہ میری وہی انگوٹھی ہے۔"

"شکریہ۔" سب انسپکٹر کاشان نے مسکرا کر کہا۔

"ہم عبداللہ جان کو رہا کرا لائے ہیں — یہ چور ثابت نہیں

ہوئے ، لہذا ہارون صاحب ، آپ انہیں دوبارہ ملازم رکھ لیں۔" میں
نے گویا انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا۔

"وہ تو خیر ٹھیک ہے ، لیکن سوال یہ ہے کہ انگوٹھی کس
نے چرائی تھی — یہ آپ لوگوں کو کہاں سے ملی ؟"

اس دوران جلالی لوز غصے کے عالم میں اپنے ہونٹ چبا
رہا تھا ، کیونکہ اس نے انگوٹھی کی چوری کے الزام میں جس شخص
کو گرفتار کیا تھا ، عدالت نے اسے بے گناہ قرار دے کر رہا کر
دیا تھا ، لیکن اس میں ہمارا کیا قصور تھا ، اسے بھی ہم پر غصہ
نہیں کھانا چاہیے تھا — میں نے اس کے چہرے پر ایک نظر
ڈالتے ہوئے کہا —

"آپ کی انگوٹھی ایک شخص دلدار بیگ کے گھر سے برآمد
کی گئی ہے ۔"

"دلدار بیگ ، میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا ، کیا
وہ کوئی چور ہے ؟"

"جی نہیں ، وہ چور نہیں — چور سے بھی بڑھ کر کوئی چیز
ہے ۔ وہ لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے ۔ سود بھی کتنا ، سو فی صد ،
اور وہ بھی ماہوار — یعنی ایک ماہ بعد اسے دوگنی رقم لوٹانا پڑتی
ہے — اور اگر اس ماہ رقم نہ ادا کی جاسکے تو پھر دوسرے
ماہ چار گنا — اس طرح رقم لینے والا پھنستا چلا جاتا ہے اور

جب رقم ادا نہیں کر پاتا تو دلدار بیگ اپنا ایک غنڈا موتی خونخوار اس
کے پاس بھیج دیتا ہے جو اس کے گھٹنوں پر پستول کا دستہ مار مار
کر اس شخص کو اس حد تک زخمی کر دیتا ہے کہ اس بے چارے کو
لوگ ہسپتال پہنچاتے ہیں ۔ جہاں چند روز کے علاج کے بعد وہ چلنے
پھرنے کے قابل ہوتا ہے ، لیکن اس کے گھٹنے بہت دنوں تک
درد کرتے رہتے ہیں ، پھر یا تو وہ چوری کرکے دلدار بیگ کا قرض ادا
کرتا ہے ، یا پھر اپنا سب کچھ بیچ کر ۔" میں یہاں تک کہہ کر
خاموش ہو گیا —

"اف خدا ، یہ تو بہت خوفناک بات ہے ۔ کیا ان دونوں
کو گرفتار کر لیا گیا ہے ۔" عابد ہارون نے کانپ کر کہا ۔

"جی ہاں ، لوگ اب ان سے محفوظ ہو چکے ہیں ، لیکن
ابھی ہمارے معاشرے میں ایسے اور بھی بہت سے سود خور
موجود ہیں ۔ ان سب کو گرفتار کیا جانا بھی ضروری ہے ۔" کاشان
نے کہا —

"سوال یہ ہے کہ ہماری انگوٹھی اس شخص تک کس طرح
پہنچ گئی ۔ ہمیں تو اس سے قرض لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں
تھی ۔" عابد ہارون نے حیران ہو کر کہا ۔

"ہاں ، آپ کو یا بیگم صاحبہ کو قرض لینے کی قطعاً کوئی
ضرورت نہیں تھی ، لیکن اس کے باوجود انگوٹھی وہاں سے برآمد

ہوئی ہے۔ اس کا مطلب ہے، آپ کے نئے ملازم نے انگوٹھی
وہاں پہنچائی تھی۔" میں نے ڈرامائی انداز میں کہا۔
"کیا؟" وہ سب چلا اٹھے۔

○

"جی ہاں، بالکل یہی بات ہے۔" میں مسکرا اٹھا۔
"لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ نومی کو تو بیگم نے
انگوٹھی چوری ہونے کے بعد اس وقت ملازم رکھا تھا، جب
عبداللہ جان کو ملازمت سے نکال دیا گیا تھا۔" عابد ہارون نے
حیران ہو کر کہا۔
"ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے باوجود میں یہی کہوں
گا کہ انگوٹھی مسٹر نومی نے ہی موتی کے حوالے کی تھی، کیوں کہ
ان کے گھٹنے بھی زخمی ہیں۔ اگرچہ یہ چل پھر سکنے کے قابل
ہیں۔"
"کیا مطلب، کیا انگوٹھی نومی نے چوری کی تھی؟ عابد ہارون
نے تقریباً چلا کر کہا۔
"میں نے یہ نہیں کہا۔" میں بولا۔
"لیکن آپ کے کہنے کا مطلب تو یہی ہے۔" کاشان نے

بھی حیران ہو کر کہا۔
"جی نہیں، انگوٹھی مسٹر نومی نے نہیں چرائی تھی۔ ہاں انہوں
نے دلدار بیگ سے قرض ضرور لیا تھا۔ قرض کی رقم کافی بڑی
تھی۔ رقم سود سمیت یہ ادا نہ کر سکے، لہٰذا ایک دن موتی خونخوار ان
تک پہنچ گیا اور ان کے گھٹنے زخمی کر دیے اور دھمکی دی کہ اگر
ایک ہفتے کے اندر اندر رقم نہ ادا کی گئی تو ہمیشہ کے لیے ٹانگیں توڑ
دی جائیں گی۔ آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ ہمیں ان باتوں
کا کس طرح پتا چلا یا ہم یہ باتیں کس طرح کہہ سکتے ہیں، تو اس کا
جواب یہ ہے کہ حالات اور واقعات کا بغور جائزہ لے کر، واقعات
کی کڑیاں ملا کر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"
"لیکن نومی نے ایک بڑی رقم دلدار بیگ سے ادھار کیوں
لی ہوگی، جب کہ یہ ملازم پیشہ آدمی ہے۔" عابد ہارون نے
اعتراض کیا۔
"ملازم پیشہ۔" میں نے مسکرا کر کہا: "جہاں تک میرا خیال ہے،
نومی کو جوا کھیلنے کی عادت ہے۔ اس نے قرض لے کر جوا کھیلا ہوگا۔
اور ساری رقم ہار گیا ہوگا۔ کیوں مسٹر نومی، یہی بات ہے نا؟" میں
نے اس کی طرف دیکھا۔
نومی نظریں چرانے لگا، منہ سے ایک لفظ نہ بولا۔
"اس کی خاموشی پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ جوا کھیلنے کے

عادی ہیں — جب موتی نے ان کے گھٹنوں کی مرمت کر ڈالی اور
قرض کی رقم ادا کرنے کی کوئی صورت انہیں نظر نہ آئی تو یہ بیگم
صاحبہ کے پاس آئے —

"کیا مطلب ؟" عابد ہارون نے چونک کر کہا : "بھلا یہ میری
بیوی کے پاس کیوں آتا ؟"

"اس لیے کہ یہ ان کا اپنا بیٹا ہے' ان کے پہلے خاوند کا"
میں نے سرد آواز میں کہا ۔

"نہیں —" عابد ہارون چیخ اٹھے — ان کی آنکھیں حیرت کی
زیادتی سے پھیل گئیں —

"میرا اندازہ ہے' جب آپ کی اور ان کی شادی کی بات چلی
ہوگی' اس وقت آپ نے رشتہ کرانے والے سے یہ کہا ہوگا کہ آپ'
کسی نوجوان بیوہ سے بھی شادی کر سکتے ہیں' بشرطیکہ اس کے پہلے
خاوند سے اولاد نہ ہو — جب شادی کرانے والے نے یہ شرط ان کے
سامنے رکھی تو انہوں نے یہ بات چھپانے کا فیصلہ کر لیا کہ ان کا
ایک بیٹا بھی ہے : چنانچہ شادی ہو گئی. بیٹا ان کے ماں باپ یعنی
اپنے نانا کے گھر پلتا رہا' لیکن ماں کی نگرانی کے بغیر وہ آوارہ ہو
گیا' یہاں تک کہ جوا کھیلنے لگا — ماں اس سے اپنے ماں باپ کے
گھر جا کر کبھی کبھار مل آتی رہی ہوگی — پھر ایک دن یہ زخمی گھٹنوں
کے ساتھ ان کے پاس یہاں آئے اور بتایا کہ وہ کس مشکل میں ہیں.

اگر رقم ادا نہ کی گئی تو ٹانگیں تڑوا بیٹھیں گے — بیگم ہارون کو اور تو
کچھ نہ سوجھا' اپنی ہیرے کی انگوٹھی اسے دے دی' تاکہ وہ انگوٹھی
دے کر اپنی جان بچا سکے — انگوٹھی حد درجے قیمتی تھی' اس لیے
دلدار بیگ نے اسے قبول کر لیا۔ ادھر بیگم صاحبہ کو فکر ہوا کہ انگوٹھی
کی گمشدگی چھپی نہ رہ سکے گی' لہذا انہوں نے انگوٹھی کی چوری کی
خبر اڑا دی — شک کی زد میں سوائے عبداللہ جان کے اور کون آ سکتا
تھا' لیکن عابد صاحب انہیں بہت نیک خیال کرتے تھے اور خدمت
گزار بھی — یہ انہیں چور سمجھنے پر کسی طرح بھی تیار نہ ہوتے' چنانچہ
انہیں پولیس کے حوالے تو نہ کیا گیا : البتہ ملازمت سے نکال دیا
گیا۔ ان کے نکلنے کے بعد بیگم صاحبہ کو نیا خیال سوجھا کہ کیوں نہ
وہ ملازم کے روپ میں اپنے بیٹے کو اپنے پاس لے آئیں :
چنانچہ انہوں نے نومی صاحب کو ملازم رکھ لیا اور اگر یہ انہیں
یہاں بطور ملازم نہ لے آتیں تو ہم بھی انگوٹھی کی چوری کا سراغ
نہ لگا سکتے' کیونکہ ان کے زخمی گھٹنوں نے ہی ہمیں راستہ دکھایا
تھا — یہ ہے کل کہانی : گویا انگوٹھی خود بیگم صاحبہ نے چرائی تھی"
یہاں تک کہہ کر میں خاموش ہو گیا —

میرے خاموش ہونے کے بعد کئی سیکنڈ تک خاموشی چھائی
رہی' بوجھل سی خاموشی — بیگم ہارون اور نومی کے جھکے ہوئے سر
گواہی دے رہے تھے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے' وہ غلط نہیں ہے ۔

آخر عابد ہارون کی آواز اُبھری:

"شادی سے پہلے میں نے یہی شرط رکھی تھی کہ ان کا بیوہ ہونا مجھے منظور ہے، اگر ان کے کوئی اولاد نہیں ہے، کیونکہ اس طرح آدمی بہت سی الجھنوں کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ سگے اور سوتیلے بچوں کا سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے، لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں، بس صرف یہی وجہ تھی، لیکن اگر شادی کے بعد بیگم مجھے بتا دیتیں کہ نومی ان کا بیٹا ہے تو میں کبھی اسے اپنے سے الگ نہ رہنے دیتا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی — میں نے نومی کو بیگم کے ماں باپ کے گھر میں کئی بار دیکھا تھا اور میرے پوچھنے پر یہی بتایا گیا کہ یہ ملازم ہے — عبداللہ جان کے نکالے جانے کے بعد بیگم نے یہی کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے نومی کو لے آئی ہیں۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا — خیر، اب نومی اسی گھر میں رہے گا، پلے بڑھے گا، تعلیم حاصل کرے گا اور بُری عادات سے کنارہ کشی اختیار کرے گا، کیونکہ اب اس کے سر پر ماں کا ہی نہیں، باپ کا بھی سایا ہوگا۔" ان کی آواز بھرّا گئی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم انگوٹھی کے چور کو گرفتار نہیں کر سکتے۔" آفتاب نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور سب مسکرانے لگے۔

دوسری شام ہم اپنے دفتر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے:

"سوال یہ ہے کہ اس کیس میں ہمیں کیا ملا؟" آفتاب نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ثواب۔" اشفاق بول اُٹھا۔

"ثواب، بھلا کیسے؟" اخلاق بولا۔

"ایک بیٹا اپنی ماں کے ساتھ رہنے کے قابل ہو گیا — اسے باپ کا سایا بھی مل گیا۔ اب وہ پڑھ لکھ کر ایک اچھا شہری بنے گا۔ ملک اور قوم کے کام آئے گا — اور یہ ہماری کوششوں سے ہوا، کیا ہمیں ثواب نہیں ملے گا۔" اشفاق نے جواب دیا۔

"ہاں ضرور ملے گا، لیکن ہم اس دنیا میں صرف ثواب کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتے۔" آفتاب بولا۔

"تو ہم بھوکے بھی نہیں مر رہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اگر ہم اس طرح بلا معاوضہ لوگوں کے معاملے نمٹاتے رہے تو نوبت یہاں تک بھی پہنچ جائے گی۔" آفتاب بولا۔

"ہر کیس ایسا نہیں ہوتا — اس وقت تک ہم نے شاید یہ پہلا کیس بغیر معاوضے ....."

میرے الفاظ درمیان میں رہ گئے — اسی وقت ایک کار دفتر کے سامنے آ کر رکی تھی۔ اس میں سے اترنے والوں کو دیکھ کر ہم چونک اٹھے — یہ عابد ہارون، بیگم ہارون، نومی اور عبداللہ جان تھے — ان کے چہروں پر مسکراہٹیں بھی تھیں۔

علیک سلیک کے بعد وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب کو کرسیاں چھوڑ کر اٹھنا پڑا۔

"آپ کے دفتر میں اور کرسیاں نہیں ہیں؟"

"جی نہیں، ہمارا ادارہ اتنا مال دار نہیں ہے کہ بے شمار کرسیاں خرید لے اور پھر کمرہ بھی تو اتنا بڑا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ لوگ ایک اچھا اور بڑا سا دفتر کیوں نہیں بنا لیتے؟"

"کیسے بنالیں؟ اس کے لیے جگہ کی ضرورت ہے اور جگہ کے لیے بہت پیسے کی۔" اخلاق نے کہا۔

"میں آپ کو دفتر کے لیے جگہ دینے کو تیار ہوں۔"

"شکریہ، ہم یہیں ٹھیک ہیں۔"

"اچھا خیر، یہ پیکٹ وصول کیجیے۔" عابد ہارون نے جیب میں سے ایک لفافہ نکالتے ہوئے کہا۔

"جی پیکٹ، کیسا پیکٹ؟" آفتاب بولا۔

"اس میں دس ہزار روپے ہیں — میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ لوگوں نے انگوٹھی تلاش کر دی تو آپ کو دس ہزار روپے ادا کروں گا۔ آپ نے نہ صرف انگوٹھی تلاش کر دی، بلکہ میرے بیٹے سے بھی ملا دیا۔"

"لیکن دس ہزار روپے کا معاملہ تو ختم ہو گیا تھا۔" میں نے جلدی سے کہا اور آفتاب مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

"ہاں، ضرور ختم ہو گیا، لیکن انگوٹھی سے زیادہ قیمتی چیز مجھے دلانے کی بات نہیں ہوئی تھی، لہٰذا آپ ان دس ہزار کے حق دار ہیں اور یہ آپ کو قبول کرنے ہی ہوں گے۔"

اور وہ ہمیں قبول کرنا ہی پڑے — ان کے جانے کے بعد میں نے آفتاب کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کہتے ہو؟"

"کون، میں — میں پہلے ہی کیا کہہ رہا تھا کہ اب کچھ کہوں گا۔" اس نے بوکھلا کر کہا اور ہم مسکرانے لگے۔

چھٹا عظیم الشّان خاص نمبر

۲۰ جون کو پڑھیے!

ایک حصے میں شائع ہوگا!

جھیل کی موت

مصنّف : اشتیاق احمد

- نوٹ کرلیں، خاص نمبر تین حصوں میں نہیں، ایک حصے میں شائع ہو رہا ہے۔
- اور ایسا بے شمار لوگوں کی رائے پر کیا جا رہا ہے۔
- فاروق اور آصف موت کے منہ میں۔ وہ اتنے بڑے پہلے

کبھی نہ پھنسے ہوں گے۔

- پروفیسر ہامان کو ایک بھیانک دھمکی آمیز فون ملتا ہے۔
- دھمکی کی تہہ میں کیا راز کام کر رہا تھا۔
- منور علی خان ایک ہوٹل میں پراسرار حالات کا شکار ہوگئے۔
- خان رحمان کار میں بیٹھے تھے اور ان کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔
- کارڈون سے ملیے۔ وہ کون تھا؟
- ایک ریاست جس میں اندھی حکومت تھی۔
- اس اندھی حکومت میں انسپکٹر کامران مرزا حرکت میں آ جاتے ہیں۔
- انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ پراسرار واردات کو ہونے سے نہ بچا سکے۔
- پروفیسر داؤد کو ایک پراسرار خط ملا تھا، لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ خط میں کیا ہے۔
- ہولناک مہموں کے دوران انہیں جاسوسی بھی کرنا پڑ رہی تھی۔
- ایسے دشمنوں کی کہانی، جنہوں نے اپنی حفاظت کے عجیب انتظامات کر رکھے تھے، بظاہر وہ آسان شکار تھے۔
- آپ اس بار کے خاص نمبر کی تیز رفتاری کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔

- فاخر طوری، ایک سائنس دان کا نائب تھا۔ سابقہ نائب۔
- ایک ہول ناک جھیل کی پُراسرار داستان۔ آپ نے آج تک ایسی جھیل کے بارے میں پڑھا ہو گا نہ سُنا۔
- جھیل کے کنارے ایک ہولناک جنگ۔
- جوڈو کراٹے اور جوجتسو سے ملیے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ ان سے کس طرح ٹکرائے؟
- اس بار کا خاص نمبر گزشتہ سب خاص نمبروں سے بالکل مختلف ہوگا۔ کردار اس مرتبہ کسی وادی میں قید نہیں کیے گئے۔
- محمود، فاروق، فرزانہ۔ آفتاب، آصف اور فرحت کی دل چسپ جھڑپ۔ آپ بے ساختہ مسکرائیں گے۔ ہنسیں گے اور قہقہے لگائیں گے۔
- دشمنوں کا داؤ جب انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا پر چلا تو آپ کے محبوب کرداروں پر کیا گزری۔
- پل پل ہنگامے، تجسس اور ہولناکیاں لیے ایک ناول۔

اور آخر میں انعامی سکیم!

- اس مرتبہ خاص نمبر کے انعامی جملے پر مبلغ ۲۰۰۰/- روپے کا نقد انعام دیا جائے گا۔ سب سے پہلے موصول ہونے

والے درست جواب پر مبلغ ایک ہزار روپے کا نقد انعام۔ دوسرے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ پانچ سو روپے کا نقد انعام۔
بقیہ ۵۰۰/- روپے اس کے بعد موصول ہونے والے درست جوابات میں برابر برابر تقسیم کیے جائیں گے۔

- انعام ہر حال میں دیا جائے گا چاہے ایک جواب بھی درست موصول نہ ہو۔ اس صورت میں انعام کس طرح تقسیم ہوگا، یہ بعد کی بات ہے۔
- آج ہی اپنی کاپی بک سٹالوں پر محفوظ کرا لیجیے۔ ہو سکتا ہے مقررہ تاریخ پر آپ سٹال پر جائیں اور آپ کو ٹھینگا دکھا دیا جائے۔
- یہ خاص نمبر آپ مبلغ ۲۲/۵۰ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے براہِ راست ہم سے بھی منگا سکتے ہیں۔ منی آرڈر ابھی سے روانہ کرنا شروع کر دیجیے، تاکہ آپ کی کاپی محفوظ ہو جائے۔

منی آرڈر روانہ کرنے کی آخری تاریخ ۵ جون ۱۹۸۲ء ہے۔

- آپ اپنے ہاکروں کو بھی اپنا آرڈر نوٹ کرا سکتے ہیں۔

خاص نمبر ٹھیک ۲۰ جون کو منظر عام پر آ رہا ہے، ان شاء اللہ!

خطوط کے آئینے میں

نوٹ: پہلے تین خطوط انعامی قرار پائے، انعامی پیکٹ روانہ کیے جا چکے ہیں۔

ہمارے ادبی باورچی اشتیاق احمد،

آئیے آج میں آپ کو ایک عدد عمدہ کتابی ڈش بنانے کی ترکیب بتاتا ہوں — یوں تو آپ مجھ سے اچھے ادبی باورچی ہیں، مگر پھر بھی مجھے امید ہے کہ یہ ڈش آپ کو پسند آئے گی۔

اشیاء: ایک عدد انسپکٹر جمشید ٹیم، ایک عدد قتل، تین چھٹانک محاوروں کی چٹنی، پانچ گرام لڑائی جھگڑا، آدھ سیر سسپنس، حسب ذائقہ مزاح اور اوٹ پٹانگ باتیں — دو عدد غیر ملکی جاسوس اور ایک عدد خوبصورت سرورق۔

ترکیب: انسپکٹر جمشید ٹیم کو اچھی طرح دھو کر صاف دیگچی (ناول کے مسودے) میں ڈالیے، پھر اس میں ایک عدد قتل مصالحہ ملا کر (دہشت ناک بنا کر) ڈال دیں۔ اس کے بعد اس میں آدھ سیر سسپنس بھی ملا دیں۔ اوپر سے حسب ذائقہ مزاح اور اوٹ پٹانگ باتیں بھی ملا دیں اور چمچے (قلم) سے

ہلاتے جائیں۔ جب ڈش پکنے کے قریب ہو تو اس میں دو غیر ملکی جاسوس خوب اچھی طرح ملا دیں۔ جب ڈش میں سے سنسنی خیز، اور جاسوسی سے بھرپور بو آنے لگے تو اسے اتاریں اور ٹھنڈا ہونے پر خوبصورت ٹائیٹل میں لپیٹ کر دلچسپی کے سلاد سے نوش فرمائیں۔ کیسے، ڈش پسند آئی۔ اگر آپ کو اس قسم کی اور ڈشیں پکانا ہوں، تو آرڈر دے سکتے ہیں۔ ترکیبیں روانہ کر دی جائیں گی۔ شکریہ —

سید عبدالمعید جعفری معرفت سید مصدق جعفری۔ پی آئی ڈی سی ہاؤس۔ ڈاکٹر ضیاءالدین روڈ، کراچی۔

ڈیئر انکل اشتیاق،

سدا پھولوں کی طرح مہکتے رہیں۔ آپ کی کہانیوں میں جلیبی کی سی چاشنی ہوتی ہے۔ پہلا خط لکھا تو اس کا جواب گلاب جامن کی طرح گول کر گئے۔ دوسرا خط لکھا تو چم چم کی طرح رسیلا جواب آیا — اب میری طرف سے ردی کی ٹوکری کو یہ خط رس ملائی کی طرح کھلا دیں — آپ کے ناول رس گلے کی طرح میٹھے ہوتے ہیں۔ ہماری طرف سے آئس کریم کی طرح ٹھنڈی اور میٹھی مبارکباد قبول کریں، اتنے اچھے ناول لکھنے پر۔

فقط آپ کا شیدائی قلاقند۔ عرف محمد اکمل خان ۱/۸ بی ون، ایریا لیاقت آباد، کراچی ۱۹

انکل اشتیاق آداب،

اتنا شان دار خاص نمبر نکالنے پر مبارک باد! گویا اب آپ کے ارادے چھ ماہ بعد پھر سلاٹر صاحب سے ملاقات کرانے کے ہیں۔ آخر آپ اپنی روش کو بدلتے کیوں نہیں۔ دنیا میں بڑے مجرموں کی کمی ہے کیا جو ایک ہی مجرم کو دو دو تین تین بار خاص نمبروں پر محیط کر دیا جاتا ہے۔ ایک بار جیرال صاحب آئے۔ جیرال کے بعد جیتال۔ ان کے بعد کالی آنکھ، اور پھر مجرموں کی لائن لگ گئی۔ ہوائے ایک شیطان سیریز کے جو کہ ایک انتہائی خوب صورت اور بامقصد ناول تھا۔ اس اغوا کے سلسلے میں شیشے کی عمارت، چٹیل میدان، عمودی پہاڑ، وحشیوں اور ریڈ انڈینز سے لڑائیاں، نیزے اور شمشیر بازی وغیرہ کے بعد تو مجھے لگتا ہے کہ اب آپ فکشن لکھنے کے موڈ میں آ گئے ہیں۔ سچ سچ بتائیں کہ آپ ہمیں ان خاص نمبروں سے بتانا کیا چاہتے ہیں۔ حب الوطنی کا درس تو کسی پرحقیقت کہانی سے بھی دیا جا سکتا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اس کے لیے کرداروں کو کسی پراسرار وادی یا چٹیل میدان یا کسی سنسان جزیرے میں ہی لے جایا جائے۔

پلیز، آپ ان بامقصد ناولوں کو کسی طریقے سے بھی الف لیلوی داستان مت بننے دیں اور ہر قسم کے آئیڈیے میں حقیقتوں کو پیش نظر رکھیں یقین کیجیے کہ آپ کو اپنے ان ناولوں کے حقیقی مقصد یعنی حب الوطنی کے جذبے کو ابھارنے میں زیادہ کامیابی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ آپ کے لیے دعا گو۔

رومیصا سومانی ۹/۲۰۸ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

السلام علیکم اشتیاق بھائی جان،

آپ کا جوابی کارڈ ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔ دو دن سے ہم نے آپ کا خاص نمبر شروع کر رکھا ہے، آنکھ جھپکنے کو جی نہیں چاہتا۔ سکول میں کل ہم خاص نمبر کا دوسرا حصہ پڑھتے پکڑے گئے اور ہمیں ایک گھنٹے کے لیے باہر دھوپ میں کھڑا ہونا پڑا۔ خیر بور نہیں ہوئے، اس لیے کہ چار لڑکیاں اور پکڑی گئی تھیں۔ ہم سب ناول چھپا کر لے گئے تھے اور پڑھتے رہے۔ گھر پہنچ کر تیسرا حصہ شروع کیا اور ابھی چار پانچ منٹ پہلے چوتھا حصہ ختم کیا ہے۔ چھت پر بیٹھ کر پڑھنا پڑا، تاکہ کوئی کام نہ کہہ دے۔ ایسے ناول میں نے کبھی نہیں پڑھے۔ آپ نے جو اور لکھے ہیں، وہ بھی آفت ہیں، فاروق کی چٹپٹی باتوں سے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لکھتے رہیں۔

صائمہ ظہور۔ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

ج: یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ سکول کے اوقات میں ناول پڑھنا۔ اس طرح تو آپ لوگ مجھے بہت بدنام کر دیں گے۔

ڈیئر انکل اشتیاق،

آپ کا ارسال کردہ دو سو روپے کا انعامی منی آرڈر ملا۔ یقین کریں بہت خوشی ہوئی۔ خوشی دو سو روپے کی نہیں! البتہ اس بات کی ہوئی کہ

آپ واقعی انصاف کرتے ہیں، ورنہ میں نے آج تک اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ انعام واقعی دوسروں کو بھی مل سکتے ہیں۔ شاید آپ کو میری بات بُری لگے۔ میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتا؛ بہرحال آپ نے میرا حوصلہ بہت بڑھا دیا ہے۔ خدا حافظ۔

سہیل اختر ۱/ایچ سٹریٹ ۴۲ امرت سری محلہ مغل پورہ، لاہور

بونے انکل سلام مسنون،

لوگوں نے تو آپ کو خواہ مخواہ ہی سر پر چڑھا رکھا ہے؛ حالانکہ آپ کے ناول بالکل بور ہوتے ہیں اور ان میں مزاح اور جاسوسی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اندازِ تحریر تو بالکل ہی اچھا نہیں اور ہاں، مجھے آپ کے ناول پڑھنے کا بالکل شوق نہیں اور نہ ہی میرے گھر والوں کو اور اب تو آپ ناولوں میں بے پر کی اُڑاتے ہیں۔ ارے ارے انکل، آپ تو ناراض ہوگئے۔ میں تو بالکل الٹ لکھ رہا ہوں۔

فقط احسن رضا۔ ظفروال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ۔

میرے محسن اشتیاق احمد، السلام علیکم۔

میں ایک شکایت لے کر حاضر ہوں۔ میں مانتا ہوں، آپ میرے محسن ہیں۔ مجھ پر بہت بڑا احسان کرتے ہیں اور ہر ناول میں ایک سو گیارہ

صفحوں کے بعد میری جگہ رکھتے ہیں۔ اب اگر آپ سوچ رہے ہیں کہ میں کون ہوں تو مجھ خاکسار کو صفحہ نمبر ۱۱۲ کہتے ہیں۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ مجھ پر کون سا ظلم کیا تو وضاحت کر دوں کہ اس مہینے کے تین ناولوں میں مجھ پر کوئی نہ کوئی غلطی ہے۔ ہیروں کا بکس میں میری آٹھویں لائن پر دو دفعہ فاروق لکھا ہے، جبکہ نیلا ستارہ میں چودھویں لائن پر فاروق کی بجائے محمود لکھا ہے۔ ہائیں آپ ابھی سے پریشان ہوگئے۔ ابھی تو آپ کو خون کے پیاسے بھی کھولنا ہے، اس میں چھٹی لائن پر رشتے دار کی بجائے رشتے داری لکھا ہے۔ مہربانی کرکے آئندہ احتیاط سے کام لیں؛ میرے پڑوس میں رہنے والے صفحے کو بھی اکثر یہی شکایت رہتی ہے۔ اچھا، امید ہے، آپ سبق سیکھ چکے ہوں گے۔ اب اجازت۔ خدا حافظ!

آپ کا پیارا صفحہ: ایک سو بارہ۔ اصل نام پتا: یاسین طاہرہ۔ ممتاز آباد، ملتان۔

انکل ڈاڈا السلام علیکم۔

آپ کا جواب نامہ ملا۔ خیریت سے آگاہی ہوئی۔ آج سے ہم ایک نئی سیکرٹ سروس شروع کر رہے ہیں۔ اس کا نام جیومون سیکرٹ سروس ہے۔ اس کا کام ہے، آپ کے ناولز سے غلطیاں نکالنا۔ نمبر دو کبھی کبھار آپ غلط لوگوں کو انعام دے دیتے ہیں۔ اس غلط انعام کی

طرف توجہ دلانا اور صحیح آدمی کو انعام دلوانا۔ نمبر تین: اسی طرح لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف دلانا کہ خطوط میں بڑی بڑی باتیں لکھ کر دوسرے کا نہیں، اپنا اخلاق خراب کرتے ہیں — نمبر چار: اسی طرح کی دوسری باتوں کی طرف توجہ دلانا —

یہ ہماری سروس اگرچہ خفیہ نہیں، لیکن پتے کے لحاظ سے خفیہ ہے۔ اس کا پتا ہمارے اور آپ کے درمیان خفیہ ہی رہے گا — آپ یہ بات نوٹ کرلیں، یہ ہمارا پہلا خط ہے۔

عرفان اینڈ امتیاز بلیومون سیکرٹ سروس — مکان نمبر ۵ دھنی رام روڈ۔ ابراہیم سٹریٹ نئی انارکلی، لاہور

جناب اشتیاق احمد السلام علیکم،

۱۹ مارچ کو کتابیں ملیں۔ زرد لفافہ، پرہول سازش اور عجیب کیس بیحد پسند آئیں — بن بلائے مہمان کوئی خاص نہ لگی۔ پرہول سازش میں بے بی کی آنکھیں خوف زدہ انداز میں پھیل گئی تھیں، جس کا جواز انہوں نے مٹا پر دیا، لیکن یہ جواز پھیکا سا تھا — کارڈ دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔ چغتائی صاحب نے اس ناول کا سرورق بنا کر قارئین کے دل جیت لیے۔ ہماری جانب سے انہیں مبارک باد پیش کیجیے۔

زرد لفافہ میں یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ محمود کا ننھا سا چاقو لکڑی کی دیوار میں گھس گیا تھا، پھر فاروق نے اس سے رسی کس طرح کاٹ

ی۔ بہر حال فاروق اور جگو کی لڑائی انتہائی منفرد اور سنسنی خیز لگی۔
بن بلائے مہمان میں آخر انسپکٹر کامران مرزا کو قاتل کا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی — کیا وہ عام لفافہ نہیں ہو سکتا تھا، جس کی تلاش میں وہ شخص دوبارہ ہوٹل گیا تھا — آخر کیا سوچ کر انہوں نے اس کا تعاقب کیا ہوتا۔ اگر وہ خط کا مضمون پڑھ چکے ہوتے تو ایک بات بھی تھی — دلچسپ جملوں نے البتہ لطف دیا — عجیب کیس ایک دم فنٹاسٹک تھا — شوکی اینڈ کو اب اپنا رنگ جما چکے ہیں — یہ ایک دل گداز اور اثر پذیر کہانی تھی — انسانی نفسیات پر مبنی بہترین کاوش تھی — جلالی نور کے کردار میں البتہ آپ نے کچھ مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس مرتبہ کتابت کی غلطیاں بہت تھیں —

پرہول سازش میں آپ نے میرے خط کے ساتھ قصابوں والا سلوک کیا، یعنی کاٹ چھانٹ کر اس کا تیا پانچا کر دیا — بہرحال شکریہ۔

فقط جواب کی منتظر: آنسہ سیما صدیقی

ڈیئر انکل اشتیاق السلام علیکم۔

میں آپ کو اتنے خط لکھ چکی ہوں کہ اب تو خط لکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا — زرد لفافہ اور پرہول سازش اچھی تھیں، لیکن خاص غلطیاں تھیں جو آپ خود ہی ڈھونڈ لیں — یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ اتنے بہت سے کیس کہاں سے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ اسی لیے مجھے مانتا

احمد ولی اللہ ارباب کے خواب سے اتفاق ہے۔ آپ انگریزی ناولوں اور انگریزی فلموں کی نقل کرتے ہیں۔ کم ازکم میرا اور میری کلاس کا تو یہی خیال ہے۔ بُرا مت مانیے گا۔ ویسے ہم کسی اور مصنف کے ناول بالکل نہیں پڑھتے، کیونکہ آپ کی کہانیاں سبق آموز ہوتی ہیں۔ باقی مصنف تو آپ کو بُرا بھلا کہ رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔
اب اجازت دیں۔

ثمرہ منصور تارڑ، سرگودھا۔

ج : اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے، مجھے انگریزی ناولوں اور فلموں کی نقل کرنے کی ضرورت آج تک پیش نہیں آئی۔ آپ میرے سامنے آ کر بیٹھ جایئے۔ آپ کے سامنے ناول لکھ دوں گا۔